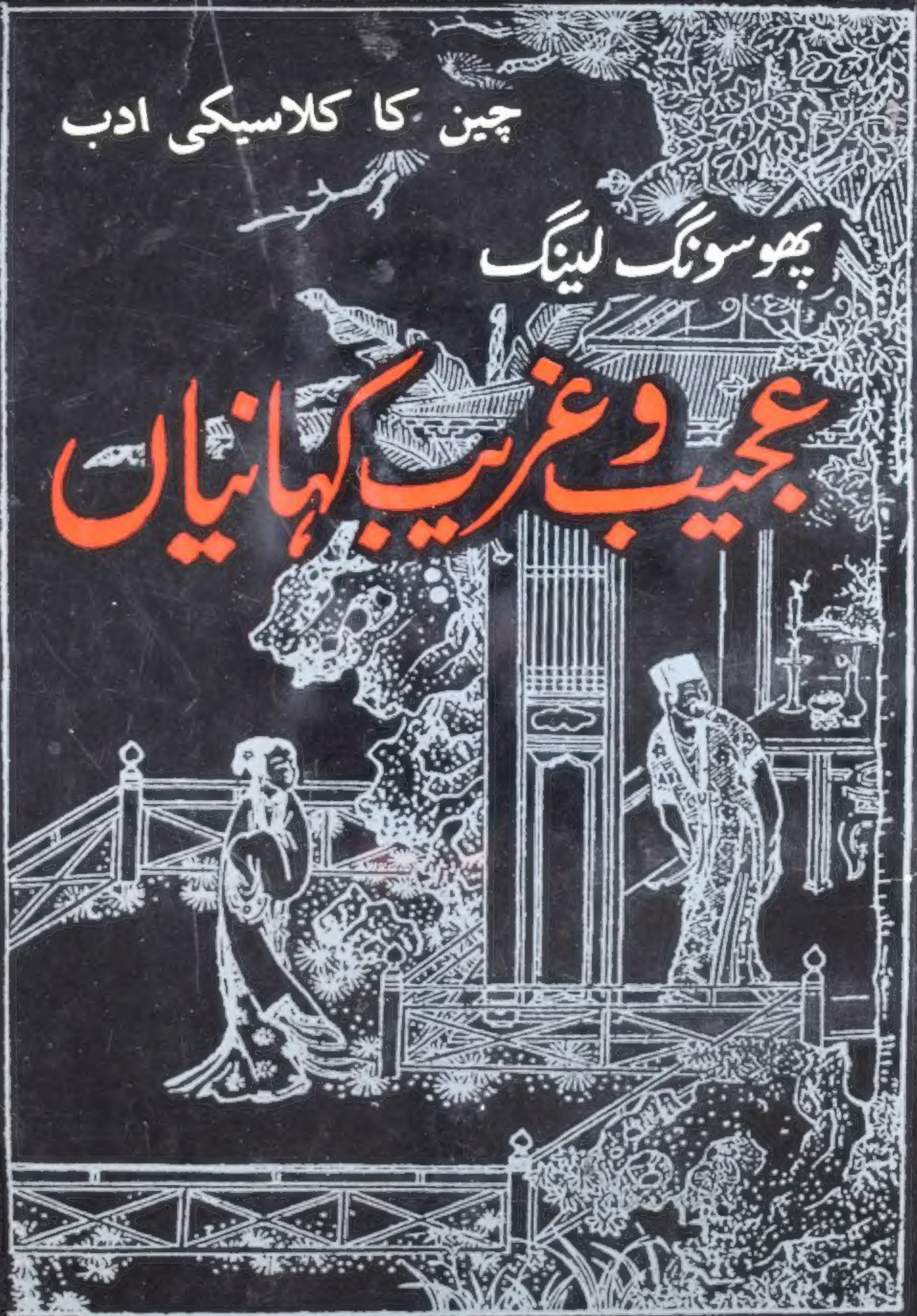
چین کا کلاسیکی ادب

پھو سونگ لینگ

عجیب و غریب کہانیاں



چین کا کلاسیکی ادب

پھوسونگ لینگ

عجیب و غریب کہانیاں

پہلا ایڈیشن ۱۹۸۴ء

ترجمہ : رشید بٹ

مطبوعہ عوامی جمہوریۂ چین

غیر ملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پئچنگ

مندرجات

مداری

لڑکپن میں ایک بار مجھے امتحان دینے کی غرض سے صوبائی دارالحکومت جانے کا اتفاق ہوا - بہار کے تیوہار کی آمد آمد تھی اور رواج کے مطابق اس موقع پر سارے تاجر اور کاروباری لوگ پورے تام جھام کے ساتھ نذرانے لے کر افسر مالیات کے ہاں جایا کرتے تھے - یہ رسم " بہار کا کھیل تماشا " کہلاتی تھی - اس روز میں بھی ایک دوست کے ہمراہ کھیل تماشا دیکھنے چلا گیا - افسر مالیات کے دروازے پر لوگوں کا ایک جم‌غفیر تھا اور اندر مشرقی اور مغربی سمت قرمزی لبادوں میں چار افسر آمنے سامنے بیٹھے تھے - وہ بڑے افسر تھے یا چھوٹے ، یہ میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ تب مجھے عہدوں کی پہچان نہ تھی - شور اور تیز موسیقی کے سبب کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی - اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مداری ہاتھ میں بانس تھامے ، لمبے بالوں والے ایک لڑکے کے ساتھ اسٹیج پر جا چڑھا - وہ کچھ کہہ رہا تھا مگر شور و غوغا کی وجہ سے آواز ہم تک نہیں پہنچ پا رہی تھی - تاہم ، میں نے دیکھا کہ افسر قہقہے لگانے لگے - اس کے بعد سادہ لباس والے کارندے نے اسے اونچی آواز میں حکم دیا کہ کوئی شعبدہ دکھائے - مداری نے

پوچھا کہ وہ کونسا شعبدہ پسند کریں گے تو افسروں نے کچھ کھسر پھسر کی اور پھر کارندے نے پوچھا کہ بہترین شعبدہ کیا ہے ۔

"میں ماہیت بدل سکتا ہوں ۔" مداری نے جواب دیا ۔

کارندہ جواب لیکر افسروں کے پاس گیا اور پھر واپس آ کر کہا کہ وہ کچھ آڑو پیدا کر کے دکھائے ۔ مداری نے ہامی بھر لی اور کوٹ اتار کر ٹوکری پر رکھتے ہوئے شکایت آمیز لہجے میں بولا :

"یہ افسر بہت ہی ناسعقول ہیں ۔ برف ابھی پگھلی نہیں ۔ میں آڑو کہاں سے لاؤں ؟ لیکن اگر ہم نے کوشش نہ کی تو وہ خفا ہو جائیں گے ۔ اب کیا کروں ؟"

"ابا ، آپ وعدہ کر چکے ہیں ۔ اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں ۔" اس کے بیٹے نے جواب دیا ۔

مداری کچھ دیر منہ لٹکائے سوچتا رہا اور پھر کہنے لگا ، "میں نے خوب غور کیا ہے ۔ ابھی تو برف کی موٹی تہہ جمی ہوئی ہے ۔ زمین پر تو آڑو ڈھونڈنا ممکن نہیں ۔ ہاں ، آسمانی مادر ملکہ کے باغ میں شاید مل جائیں ۔ صرف وہاں درخت سال بھر ہرے بھرے رہتے ہیں ۔ ہمیں آسمان میں نقب لگانی پڑے گی ۔"

"مگر ہم آسمان پر کیسے جا سکتے ہیں ؟" لڑکے نے پوچھا ۔

"مجھے ایک طریقہ معلوم ہے ۔" مداری نے جواب دیا ۔

اس نے ٹوکری کا ڈھکنا اٹھا کر رسی کا ایک لچھا نکال لیا ۔ رسی کئی سو فٹ لمبی تھی ۔ اس نے ایک سرا پکڑ کر اچھالا اور رسی ہوا میں تن کر اوپر کی طرف بڑھنے لگی ۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اوپر کسی غیر مرئی کنڈے سے بندھی ہوئی ہو ۔ دیکھتے ہی دیکھتے لچھا ختم اور اوپر والا سرا بادلوں میں غائب ہو گیا ۔

" بیٹے ، میں بوڑھا اور کمزور ہوں ۔ اوپر نہ چڑھ سکوں گا ۔ تمہیں ہی جانا پڑے گا ۔ " مداری نے رسی کا سرا لڑکے کو تھماتے ہوئے کہا ، " اس رسی کے سہارے آسمان پر چڑھ جاؤ ! "

رسی لیتے ہوئے لڑکے کا منہ اتر گیا اور بڑبڑانے لگا : " میرا باپ بھی کتنا احمق ہے ۔ سمجھتا ہے میں اس پتلی سی رسی کے سہارے آسمان تک پہنچ جاؤں گا ۔ یہ راستے میں ٹوٹ گئی تو میری ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی ! "

مداری بھی خاصا سنگدل لگتا تھا ۔ کہنے لگا ، " ہم نے ہامی بھر کر غلطی کی ۔ بہرحال جو ہونا تھا ، سو ہو چکا ۔ بیٹے ، تمہیں جانا ہی ہوگا ۔ یہ گلے شکوے بیکار ہیں ۔ تم ایک ہی آڑو چرا لائے تو یہ لوگ ہمیں سو اونس چاندی تو دے ہی دیں گے ۔ اور پھر میں تمہارے لئے چاند سی دلہن بیاہ لاؤں گا ۔ "

اب لڑکا رسی تھامے یوں اوپر جانے لگا جیسے کوئی مکڑی مہین سے دھاگے پر چڑھی جا رہی ہو ۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بادلوں میں گم ہو گیا اور پھر پیالے جتنا بڑا ایک آڑو

زمین پر آ گرا ۔ مداری نے خوشی سے بے قابو ہو کر آڑو افسروں کو پیش کر دیا اور افسر باری باری یہ دیکھنے لگے کہ آڑو اصلی تھا یا نقلی ۔ اچانک رسی زمین پر آ رہی اور مداری غمناک لہجے میں چلا اٹھا :

"اوپر کسی نے رسی کاٹ دی ! اب میرے بیٹے کا کیا بنے گا ؟ "

اور پھر کوئی شے دھم سے زمین پر گری — یہ لڑکے کا سر تھا ۔ مداری نے سر کو دونوں ھاتھوں میں تھام لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ۔

"دربان نے یقیناً اسے آڑو چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا ہوگا ۔ میرا غریب بیٹا جان سے ھاتھ دھو بیٹھا ! "

تب لڑکے کی ایک ٹانگ نیچے گری اور پھر جسم کے مختلف حصے ایک ایک کرکے گرنے لگے ! مداری نے بے کسی کے عالم میں سارے ٹکڑے اٹھا کر ٹوکری میں ڈالے اور ڈھکنا بند کرتے ہوئے کہنے لگا ، "وہ میرا اکلوتا بیٹا تھا اور میرے ساتھ مارا مارا پھرتا تھا ۔ آج میرے حکم کی تعمیل میں اس نے جان دیدی ۔ اب میں اس کی لاش کے یہ ٹکڑے لیجا کر دفن کر دوں گا ۔ "

اس کے بعد وہ چبوترے کی طرف گیا اور افسروں کے سامنے دوزانو ہو کر گھگیایا ، "میں نے اس ایک آڑو کی خاطر اپنے بچے کی جان گنوا دی ۔ خدارا مجھ پر ترس کھائیے اور اس کے کفن دفن کے لئے مدد دیجئے ۔ میں مرتے دم تک آپ لوگوں کا شکر گزار ہوں گا ۔ "

دہشت‌زدہ تماشائیوں نے سکوں کی بارش کر دی ۔ مداری نے سارے سکے اکٹھے کر کے جیب میں ڈالے اور اچانک پکارنے لگا ، ”بیٹے ، باہر آ کر ان معزز حضرات کا شکریہ ادا کرو ۔“

یکلخت ٹوکری کا ڈھکنا اٹھا ، لڑکا بال بکھرائے کود کر باہر نکلا اور وہ تماشائیوں کے سامنے دوزانو ہو گیا ۔ وہ مداری کا بیٹا تھا ! یہ واقعہ اتنا حیران کن تھا کہ آج تک میرے ذہن سے محو نہیں ہو سکا ۔ بعد میں کسی نے بتایا کہ ”سفید کنول سوسائٹی“ کے رکن ایسے شعبدے دکھایا کرتے تھے ۔ شاید وہ مداری بھی اس سوسائٹی کا کوئی رکن تھا ۔

لاؤ شان کا تاؤ راهب

همارے علاقے میں وانگ نامی ایک نوجوان عالم رهتا تھا ۔ وہ ایک پرانے وضع‌دار خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور بچپن هی سے تاؤمت کا پیرو بن گیا تھا ۔ کسی نے اسے بتایا کہ کوہ لاؤ شان پر تاؤ دیوتا رهتے هیں تو بوریا بستر باندھ سفر پر چل نکلا ۔

وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو اسے ایک مندر دکھائی دیا ۔ مندر میں ایک تندرست و توانا بوڑھا تاؤ راهب مونڈھے پر بیٹھا تھا ۔ اس کی سفید جٹائیں گردن تک پھیلی هوئی تھیں ۔ وانگ بوڑھے راهب کے سامنے دوزانو هو گیا اور باتیں کرنے لگا ۔ بوڑھے کی گفتگو اتنی عالمانہ تھی کہ وانگ نے شاگردی کی درخواست کر دی ۔

"تم بڑے ناز و نعم میں پلے هو ، یہاں کی کٹھن زندگی برداشت نہ کر سکو گے ۔" بوڑھے نے کہا ۔

"میں سب کچھ برداشت کر لوں گا ۔" وانگ نے پورے عزم سے جواب دیا ۔

بوڑھے راهب کے بہت سے چیلے تھے ۔ شام کو جب سارے چیلے اکٹھے هوئے تو وانگ نے جھک جھک کر ان سے علیک سلیک کی اور رات ان کے ساتھ مندر هی میں گزاری ۔

اگلے روز صبح سویرے راهب نے وانگ کو بلایا اور ایک کلهاڑی دیتے هوئے باقی چیلوں کے همراہ جنگل میں جا کر ایندهن کاٹنے کو کہا ۔ وانگ نے پورے احترام کے ساتھ حکم کی تعمیل کی ۔

کوئی مہینہ بھر بیتا تھا کہ وانگ کے هاتھ پاؤں پر گھٹے پڑ گئے ۔ مشقت اس کی برداشت سے باهر هو گئی اور وہ دل هی دل میں وهاں سے بھاگ نکلنے کی ترکیبیں سوچنے لگا ۔

ایک بار شام کو وہ واپس آیا تو دیکھا کہ دو مہمان بوڑھے راهب کے ساتھ بیٹھے شراب پی رهے هیں ۔ اندهیرا اتر آیا تھا مگر کوئی چراغ یا موم بتی روشن نہ تھی ۔ بوڑھے راهب نے ایک سفید کاغذ گول آئینے کی شکل میں تراش کر دیوار پر چپکا دیا اور پلک جھپکنے میں سارا کمرہ چاندنی سے بقعۂ نور بن گیا ۔ چیلے اپنے گرو اور مہمانوں کی سیوا میں لگے هوئے تھے ۔

اچانک ایک مہمان بولا ، ”ایسی رنگین شام سے تو هر کسی کو لطف اندوز هونا چاهیئے ۔“ اور ساتھ هی میز سے شراب کی ایک صراحی اٹھا کر چیلوں کو دیتے هوئے کہا ، ”تم لوگ بھی خوب جی بھر کے پیو ۔“ وانگ نے سوچا ، یہ اتنی سی شراب سات آٹھ آدمیوں کے لئے کیونکر کافی هوگی ؟ چیلے پیالوں کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگنے لگے ۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں باری آنے تک شراب هی ختم نہ هو جائے ۔ مگر وانگ یہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ

گیا کہ کئی کئی پیالے پینے کے بعد بھی صراحی اسی طرح لبالب بھری رہی ۔

کچھ دیر بعد ایک مہمان نے کہا ، ” ایسی سہانی چاندنی پھیلانے پر ہم آپ کے شکرگزار ہیں ، مگر یوں چپ چاپ بیٹھے شراب پینے میں کوئی لطف نہیں آ رہا ۔ کیوں نہ چاند کی دیوی کو بھی مدعو کر لیا جائے ؟ “

اس نے ایک چوپسٹک چاند کی طرف پھینکی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک حسینہ نیچے اترنے لگی ۔ دور سے وہ بالشت بھر لگتی تھی لیکن زمین پر اترتے اترتے قدآدم روپ دھار گئی ۔

اس کی کمر پتلی اور گردن صراحی‌دار تھی ۔ اس نے پہلے ” دھنک رنگ لبادے “ کا رقص کیا اور پھر گانے لگی :

دیوتاؤ ! تم تو گھروں کو لوٹ آئے !
پر مجھے کیوں اس سرد محل میں تنہا چھوڑ دیا ؟

حسینہ کی سریلی آواز میں گویا گھنٹیاں بج رہی تھیں ۔ جونہی گیت ختم ہوا وہ بل کھاتی کود کر میز پر چڑھی اور چشم زدن میں پھر بےجان چوپسٹک بن گئی ۔ سارے چیلے دم بخود یہ منظر دیکھا کئے ۔ راہب اور دونوں مہمان دیر تک قہقہے لگاتے رہے ۔

” شام بڑی خوشگوار گزری ، “ دوسرا مہمان گویا ہوا ، ” لیکن اب مزید پینے کی جا نہیں رہی ۔ کیوں نہ رخصت سے قبل چاند محل میں چل کر آخری جام پیئیں ؟ “

اس کے ساتھ ھی تینوں میز سمیت چاند محل میں جا بیٹھے ۔ چیلوں کو اتنی دور سے بھی ان کے چہرے حتیٰ کہ داڑھی اور بھوؤں کے بال تک صاف نظر آ رہے تھے ، گویا آئینے میں عکس دیکھ رہے ہوں ۔

تھوڑی دیر بعد چاندنی دھیرے دھیرے مدھم پڑ گئی ۔ چیلے سوم بتیاں جلا کر لائے تو دیکھا کہ دونوں مہمان جا چکے تھے اور راھب تنہا وھاں بیٹھا ھوا تھا ۔ میز پر بچا کھچا کھانا ھنوز موجود تھا اور دیوار پر چاند پھر محض کاغذ کے ایک گول ٹکڑے کی شکل اختیار کر چکا تھا ۔

" کیا تم لوگوں نے جی بھر کے شراب پی ؟ " راھب نے چیلوں سے پوچھا ۔

" جی ھاں ، " انھوں نے جواب دیا ۔

" اچھا تو اب جا کر سو جاؤ ، ورنہ صبح ایندھن کاٹنے کے لئے جانے میں دیر ھو جائے گی ۔ " راھب نے انھیں ھدایت کی ۔

سارے چیلے سر تسلیم خم کرتے ھوئے کمرے سے نکل گئے ۔ وانگ یہ سب کچھ دیکھ کر اتنا متاثر ھوا کہ وھاں سے جانے کا ارادہ ترک کر دیا ۔

ایک مہینہ اور گزر گیا ۔ وانگ کا سارا جوش و خروش ماند پڑ چکا تھا ، خاص طور پر اس وجہ سے کہ راھب نے اب تک اسے کوئی جادو یا منتر نہیں سکھایا تھا ۔ ایک دن وہ راھب کی خدمت میں حاضر ھوا اور رخصت کی اجازت طلب کرتے ھوئے کہنے لگا :

" لافانی استاد ، میں آپ سے حصول علم کی خاطر سیکڑوں کوس کا سفر کر کے یہاں آیا ۔ درازیٔ عمر کا راز نہ سہی ، چند ایک معمولی جادو منتر ھی سیکھ لیتا تو حصول علم کی پیاس کچھ کم ہو جاتی ۔ مگر ان دو تین مہینوں میں اس کے سوا کچھ نہ ملا کہ صبح اٹھ کر ایندھن کاٹنے نکلوں اور شام ڈھلے لوٹ آؤں ۔ میں نے گھر میں تو کبھی ایسی کلفت نہیں اٹھائی تھی ۔ "

" میں نے پہلے ھی کہہ دیا تھا کہ تم یہ مشکلیں نہ سہہ سکوگے ۔ " راھب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ، " اور میری بات صحیح ثابت ہوئی ۔ ٹھیک ھے ، کل صبح یہاں سے چلے جانا ۔ "

" میرے بزرگ ، میں نے کچھ دن آپ کی خدمت میں گزارے ھیں ۔ مجھے کوئی چھوٹا موٹا شعبدہ ھی سکھا دیں ، تاکہ یہاں آنا بالکل ھی اکارت نہ جائے ۔ " وانگ نے گھگیا کر کہا ۔

" کون سا شعبدہ سیکھنا چاھتے ہو ؟ " راھب نے پوچھا ۔

" میں نے دیکھا ھے کہ آپ جہاں چاھیں پہنچ جاتے ھیں ، یہاں تک کہ دیوار بھی آپ کی راہ نہیں روک سکتی ۔ اگر یہ شعبدہ سکھا دیں تو میری تمنا پوری ہو جائےگی ۔ " وانگ نے جواب دیا ۔

راھب نے مسکراتے ہوئے ھاسی بھر لی ۔ اس نے وانگ کو ایک منتر سکھایا اور سامنے والی دیوار سے گزرنے کا

حکم دیا ۔ لیکن وانگ کی ہمت نہ پڑی ۔

”کوشش کرو !“ راهب نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا ۔

وانگ نے جی کڑا کرکے دیوار کی طرف قدم اٹھایا ، لیکن پھر رک گیا ۔

”سر جھکا کر دیوار سے ٹکرا جاؤ ۔ وقت ضائع نہ کرو ۔“ راهب نے هدایت کی ۔

وانگ چند قدم پیچھے ہٹ کر پوری قوت سے دیوار کی طرف بڑھا اور بلاروک ٹوک اس بار جا پہنچا ۔ اس نے مڑکر دیکھا تو وہ واقعی کمرے کے باهر کھڑا تھا ۔

وہ خوشی سے دیوانہ هو گیا اور اظہار تشکر کے لئے راهب کے پاس آیا تو راهب نے تاکید کی ، ”گھر جا کر شیخی نہ بگھارنا ، ورنہ منتر بےاثر هو جائےگا ۔“ اس نے وانگ کو کچھ زاد راہ دے کر رخصت کر دیا ۔

گھر لوٹ کر وانگ نے بڑھانکنی شروع کر دی کہ ایک دیوتا نے اسے ایسا منتر سکھایا ھے جسے پڑھ کر وہ دیوار میں سے بھی گزر سکتا ھے ۔ بیوی کو یقین نہ آیا تو وانگ راهب کی هدایت کے مطابق منتر پڑھ کر پہلے چند قدم پیچھے ہٹا اور پھر دیوار کی طرف دوڑ پڑا ۔ مگر اس کا سر دھم سے دیوار سے ٹکرایا اور وہ زمین پر ڈھیر هو گیا ۔ بیوی نے اسے سہارا دیکر اٹھایا تو ماتھے پر انڈے برابر گومڑ نکل آیا تھا ۔ وہ شوهر کی درگت دیکھ کر هنسنے لگی ۔ وانگ

شرم سے پانی پانی ہو گیا اور پھر غصے میں راہب کو صلاحیاں سنانے لگا ۔

داستان گو لکھتا ہے : یہ کہانی سن کر کس کو ہنسی نہ آئے گی ؟ لیکن ہر کوئی جانتا ہے کہ دنیا میں وانگ جیسے لوگوں کی کمی نہیں ۔ آج کل کچھ بےحیا لوگ مادی خواہشات کی تسکین میں کوشاں رہتے ہیں اور اچھی نصیحت پر کان نہیں دھرتے ۔ خوشامد پسند ایسے لوگوں کو شہ دیتے ہیں ، شعبدوں کو ظلم و ستم کا ذریعہ بناتے ہیں اور یہ کہہ کر دھوکا دیتے ہیں کہ ان شعبدوں سے ہر خواہش پوری ہو سکتی ہے ۔ شعبدے ممکن ہے ایک آدھ بار موثر ثابت ہوں ، لیکن شعبدے باز یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی مدد سے من مانی کی جا سکتی ہے ۔ مگر آخر میں سر یوں دیوار سے ٹکراتا ہے کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جاتا ہے ۔

چیاؤ نا

کھونگ شیوئے لی کنفیوشس کی اولاد میں سے تھا ۔ بڑا عالم فاضل اور حسن اخلاق کا نمونہ ! شعر بھی بڑے خوبصورت کہتا تھا ۔

کھونگ کا ایک دوست تھیئن تھائی کاؤنٹی کا مجسٹریٹ بنا ، تو اس نے کھونگ کو خط لکھا اور اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ۔ مگر جب کھونگ تھیئن تھائی پہنچا تو اس کا دوست انتقال کر چکا تھا ۔ کھونگ کو پریشانی نے آ گھیرا کیونکہ اس کے پاس اتنا زاد راہ بھی نہ تھا کہ واپس لوٹ جاتا ۔ آخر اس نے پھو تھو مندر میں جا ڈیرا لگایا اور مندر کے پجاریوں نے اسے منشی کا کام سونپ دیا ۔

مندر سے کوئی سو قدم کے فاصلے پر شان صاحب کی حویلی تھی ۔ شان صاحب معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے ، ایک مقدمے میں انہیں ساری جمع پونجی سے ھاتھ دھونے پڑے تو اپنے چھوٹے سے کنبے کو لیکر گؤں میں جا بسے ۔ اور تب سے یہ حویلی ویران پڑی تھی ۔

ایک دن کا ذکر ھے ۔ سخت برفباری ھو رھی تھی ۔ چاروں طرف اجاڑ پڑا تھا ۔ اتفاقاً کھونگ کا ادھر سے

گزر ہوا ۔ جونہی وہ حویلی کے دروازے کے سامنے پہنچا ، ایک خوشرو نوجوان باہر نکل آیا اور رسمی دعا سلام کے بعد اسے اندر آنے کی دعوت دے دی ۔ کھونگ کو نوجوان کی خوش خلقی بھا گئی اور اس کے ہمراہ اندر چلا گیا ۔ حویلی کے کمرے گو بڑے نہ تھے ، مگر سجاوٹ سے شاہانہ وقار ٹپک رہا تھا ۔ کھڑکیوں پر ریشمیں پردے اور دیواروں پر مشہور فنکاروں کے خطاطی اور مصوری کے شاہکار آویزاں تھے ۔ میز پر ایک کتاب " لانگ ھوان پرستان کا تذکرہ " رکھی تھی ۔ کھونگ نے یونہی کتاب کی ورق گردانی شروع کر دی ۔ کتاب عجیب و غریب واقعات سے بھری ہوئی تھی ۔

کھونگ نے نوجوان ھی کو مالک مکان جانا ، لہذا اس کے خاندانی جاہ و مرتبے کے بارے میں کسی سوال سے گریز کیا ، تاھم نوجوان کرید کرید کر پوچھتا رہا ۔ اور جب اسے کھونگ کی ابتلا کا علم ھوا تو اظہار ھمدردی کرتے ھوئے گویا ھوا ، " آپ کچھ طالب‌علم اکٹھے کرکے مدرسہ کیوں نہیں کھول لیتے ؟ "

" اجنبی ھونے کے ناتے یہاں کوئی میری سفارش کرنے والا ھی نہیں ۔ " کھونگ نے ٹھنڈی آہ بھرتے ھوئے کہا ۔

" آپ میری علمی بےمائیگی پر معترض نہ ھوں تو مجھے شاگردی میں لے لیں ۔ "

کھونگ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا ۔ تاھم کہنے لگا ، " تم مجھے استاد کی بجائے دوست سمجھو تو یہ بات

میرے لئے زیادہ خوشی کا موجب ہوگی ۔ "

پھر باتوں باتوں میں پوچھا ، " اس حویلی میں اتنے دن تالا کیوں پڑا رہا ؟ "

" یہ شان صاحب کی حویلی ہے ۔ " نوجوان نے جواب دیا ، " وہ عرصہ ہوا گاؤں میں جا بسے ، لہذا حویلی ویران پڑی رہی ۔ میرا خاندانی نام ہوانگ فو ہے اور ہم شینشی کے رہنے والے ہیں ۔ ہمارے مکان میں آگ لگ گئی تھی لہذا عارضی طور پر یہاں آ گئے ۔ "

تب کھونگ نے یہ جانا کہ وہ نوجوان شان نہیں تھا ۔ دونوں دیر تک باتیں کرتے رہے اور کھونگ نے رات وہیں گزاری ۔ صبح سویرے ایک خدمتگار لڑکا کوئلوں کی انگیٹھی کمرے میں رکھ گیا ۔ ہوانگ فو پہلے ہی اٹھ کر زنان خانے میں جا چکا تھا اور کھونگ لحاف کی بکل مارے بستر ہی میں بیٹھا تھا ۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ خدمتگار پھر آ گیا ، " بڑے مالک تشریف لا رہے ہیں ۔ " یہ سن کر کھونگ کچھ متعجب سا ہو کر بستر سے نکل گیا ۔

اتنے میں سفید بالوں والا ایک بوڑھا اندر آ گیا اور شفقت آمیز لہجے میں کہنے لگا ، " میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے میرے بیٹے کو پڑھانے کی ذمہ‌داری قبول کر لی ۔ اس نے ابھی پڑھنا لکھنا شروع کیا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ آپ دوستی کے باوجود پڑھائی کے معاملے میں نرمی نہیں برتیں گے ۔ "

بوڑھا کھونگ کے لئے ریشمی کپڑوں کا جوڑا ، سمور

کی ٹوپی ، جرابیں اور جوتوں کا جوڑا لایا تھا ۔ کھونگ نے نہا دھو کر لباس تبدیل کیا تو بوڑھے نے اس کے اعزاز میں شاندار ضیافت دی ۔ حویلی میں اپنی میز ، پلنگ اور ملبوسات دیکھ کر کھونگ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ۔ اس نے کئی چیزوں کے تو نام تک نہیں سنے تھے ۔ ضیافت کے بعد بوڑھا لاٹھی ٹیکتا ہوا رخصت ہو گیا ۔

نوجوان ناشتے کے بعد کتابیں لیکر آ گیا ، جو زیادہ‌تر کلاسیکی طرز میں لکھی ہوئی تھیں اور ان میں نئے انداز کا ایک بھی مضمون نہ تھا ۔ کھونگ نے اس کا سبب پوچھا تو نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ، ”میں کسی سرکاری امتحان میں نہیں بیٹھوں‌گا ۔“

شام کو ہوانگ فو نے پینے پلانے کا اہتمام کرتے ہوئے کہا ، ”آج رات محفل نشاط سجائی جائے ۔ مگر کل سے یہ سب کچھ بند ، صرف پڑھائی ہوگی ۔“ اس نے خدمتگار لڑکے کو بلا کر حکم دیا ، ”دیکھو ، اگر ابا سو چکے ہوں تو شیانگ نو کو چپکے سے یہاں لے آؤ ۔“

لڑکا چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد کڑھے ہوئے غلاف میں لپٹا رباب اٹھائے واپس آ گیا اور دم بھر نہیں بیتا تھا کہ ایک حسین و جمیل باندی بھی بناؤ سنگار کئے پیچھے پیچھے چلی آئی ۔ نوجوان نے اسے ”شیانگ بیبیوں کا نوحہ“ بجانے کو کہا ۔ لڑکی نے ہاتھی دانت کے مضراب سے سر ملائے اور پھر رباب سے ایسا جذباتی اور خزینہ نغمہ بہہ نکلا جو کھونگ نے کبھی سنا تک نہ تھا ۔ اس کے بعد نوجوان

کے اشارے پر لڑکی ساقی گری کرنے لگی اور یہ محفل کوئی آدھی رات تک جاری رہی ۔

صبح وہ سویرے ہی اٹھ گئے اور نوجوان نے پڑھائی شروع کر دی ۔ وہ اتنا ذہین تھا کہ جو کچھ ایک بار پڑھتا ، اس کے ذہن پر نقش ہو کر رہ جاتا تھا ۔ دو تین مہینوں کے اندر ہی اس کی تحریروں میں نکھار پیدا ہو گیا ۔

تب انہوں نے طے کیا کہ ہر پانچویں روز شام کو محفل طرب منعقد کی جائے ۔ اس موقع پر شیانگ نو کو بھی بلا لیا جاتا ۔ ایک شام کھونگ کچھ زیادہ ہی سرور میں آ گیا اور اس کی نظریں شیانگ نو پر گویا جم کر رہ گئیں ۔

ھوانگ فو اس کی نگاہوں کا مفہوم پا گیا اور کہنے لگا ، "اسے میرے ابا نے خصوصی تربیت دلوائی ہے ۔ مجھے آپ کی تنہائی اور وطن سے دوری کا احساس ہے ، لہذا کئی دنوں سے سوچ رہا ہوں کہ آپ کا گھر بسانے کا کوئی خوبصورت سمبندھ کیا جائے ۔"

"کیا خوب ، اگر میری بیوی شیانگ نو جیسی حسین ہو ۔" کھونگ نے جواب دیا ۔

"آپ نے ایک ہی چیز دیکھی اور اسے سب کچھ سمجھنے لگے ۔ اگر آپ کا معیار شیانگ نو ہی ہے تو یہ کوئی ناممکن بات نہیں !" ھوانگ فو نے ہنستے ہوئے کہا ۔

چھ مہینے اور گزر گئے ۔ ایک روز کھونگ کے جی میں سیر کی سمائی تو دروازے پر باہر سے قفل لگا دیکھ کر رک گیا ۔

اس نے ھوانگ فو سے سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا ، " ابا اس خیال سے سہمانوں کی آمد و رفت پسند نہیں کرتے کہ میری پڑھائی میں خلل پڑے گا ۔ " اور کھونگ نے کچھ زیادہ کریدنا مناسب نہ جانا ۔

یہ بھرپور گرمیوں کا زمانہ تھا اور کمرے میں سخت حبس محسوس ہوتا تھا ، چنانچہ انہوں نے باغ میں ایک چھتر منزل میں بیٹھ کر پڑھنا لکھنا شروع کر دیا ۔

ایک دن کھونگ کے سینے پر اچانک رسولی نمودار ہوئی اور رات بھر میں بڑھ کر پیالے جتنی ہو گئی ۔ جان‌لیوا درد اسے دم بھر چین نہ لینے دیتا ۔ ھوانگ فو بھوک پیاس سے بےنیاز دن رات اس کی تیمارداری کرنے لگا ۔ مگر کھونگ کی حالت دن بدن پتلی ہوتی چلی گئی ۔ کوئی چیز اس کے حلق سے نیچے اترتی ہی نہیں تھی ۔ بوڑھا بھی کئی بار اسے دیکھنے آیا ۔ دونوں باپ بیٹے کھونگ کی حالت دیکھ کر کڑھتے رہتے ۔

ایک دن ھوانگ فو باپ سے کہنے لگا ، " برسوں مجھے خیال آیا کہ صرف میری بہن چیاؤ نا ہی میرے استاد کو اس روگ سے نجات دلا سکتی ہے ۔ چنانچہ میں نے دادی اماں کو کہلوا بھیجا کہ وہ چیاؤ نا کو بھیج دیں ۔ جانے ابھی تک وہ پہنچی کیوں نہیں ؟ "

ابھی وہ بات کر ہی رہا تھا کہ خدمتگار لڑکے نے آ کر کہا ، " چیاؤ نا آ گئی ہے ۔ ساتھ آپ کی پھوپھی اور پھوپھی‌زاد بہن آ سونگ بھی ہیں ۔ "

باپ بیٹا فوراً ان کے خیر مقدم کو باھر نکلے اور اسی وقت چیاؤ نا کو لیکر کھونگ کے کمرے مں آ گئے ۔ چیاؤ نا تیرہ چودہ برس کی رھی ھوگی ۔ اس کی خوبصورت آنکھوں سے ذھانت ٹپکتی تھی اور جسم متناسب اور چھریرا تھا ۔ اس من سوھنی لڑکی کو دیکھتے ھی کھونگ درد کی ٹیسیں بھول گیا ۔

ھوانگ فو نے بہن سے کہا ، " یہ میرے بڑے پیارے دوست ھیں ، بھائیوں سے بھی بڑھ کر ۔ ان کا علاج کر دو ۔ "

اس نے شرماتے ھوئے آستینیں چڑھائیں اور نبض دیکھنے کے لئے قریب آ گئی ۔ اور جونہی اس نے کلائی تھامی ، ایک مدھوش کن مہک کھونگ کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ۔

چیاؤ نا نے مسکراتے ھوئے کہا ، " بیماری خاصی سنگین ھے ۔ دل متاثر ھو چکا ھے ۔ بہرحال فکر نہ کریں ، آپ ٹھیک ھو جائیں گے ۔ سب سے پہلے تو ورم کو چیرا دینا ھوگا ۔ "

اس نے اپنا طلائی کنگن اتارا اور رسولی پر رکھ کر آھستہ آھستہ دبانے لگی ۔ رسولی کوئی انچ بھر ابھر آئی ۔ ساتھ ھی کنارے کے ورم والے حصے کنگن کے نیچے دب گئے اور یوں رسولی کا منہ خاصا چھوٹا ھو گیا ۔ اس نے ایک ھاتھ لبادے میں ڈال کر نوکیلا چاقو نکالا جس کی دھار کاغذ سے بھی سبک تھی اور دوسرے ھاتھ سے کنگن کو دباتے ھوئے رسولی کی جڑ کے قریب سبک دستی سے چیرا

دینا شروع کر دیا ۔ زخم سے گاڑھا سیاہ مادہ پھوٹ نکلا اور بستر پر بچھی ہوئی چٹائی خونم خون ہو گئی ۔ مگر یہ ایک حسینہ کے قرب کا کمال تھا کہ کھونگ کو رتی بھر درد محسوس نہ ہوا ، بلکہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ جراحت جلد ہی ختم ہو جائےگی اور وہ چیاؤ نا کے قرب سے محروم ہو جائےگا ۔

دیکھتے ہی دیکھتے گلے سڑے گوشت کے لوتھڑے لکڑی کی گرھوں کی طرح کٹ کر باھر آ گئے ۔ اس نے پانی منگوا کر زخم دھویا ، پھر منہ سے ایک سرخ گوٹی نکال کر اس پر رکھی اور انگوٹھے سے دبا کر گھمانے لگی ۔ پہلے چکر میں کھونگ کو یوں لگا جیسے زحم میں آ گ لگ گئی ہو ، دوسرے چکر میں کھجلی محسوس ہوئی اور تیسرے چکر کے ساتھ ہی ایک ٹھنڈک سی ھڈیوں تک سرایت کر گئی ۔ چیاؤ نا نے گوٹی پھر منہ میں رکھی اور یہ کہتے ہوئے باھر نکل گئی ، "اب آپ بالکل ٹھیک ہو چکے ھیں ! "

کھونگ کود کر بستر سے اٹھا اور اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے باھر آ گیا ۔ اسے محسوس ہوا گویا بیماری کبھی اس کے پاس پھٹکی تک نہیں تھی ۔ مگر ساتھ ھی چیاؤ نا کے حسن کا تیر بھی دل میں ترازو ہو چکا تھا ۔ اسے پڑھائی لکھائی سب بھول گئی ، بس اداس بیٹھا خلاؤں میں گھورتا رھتا ۔

ھوانگ فو نے اس کی کیفیت بھانپ لی اور ایک دن باتوں

باتوں میں کہنے لگا ، ”میں نے آپ کے لئے ایک خوبصورت لڑکی ڈھونڈ لی ہے ۔“

”کون ہے وہ ؟“ کھونگ نے پوچھا ۔

”میری رشتہ‌دار ہی ہے ۔“

کچھ دیر سکوت کے بعد کھونگ نے مختصر سا جواب دیا ، ”چھوڑو اس قصے کو !“ اور ساتھ ہی دیوار کی طرف رخ کرکے ایک شعر پڑھنے لگا :

اس کے سامنے ندیوں کا ذکر نہ کرو جس نے
بےکراں سمندر دیکھ رکھے ہوں ،
کوہ وو شان کے بادل ہی حقیقی بادل ہیں ۔

ہوانگ فو شعر کا مفہوم پا گیا اور بولا ، ”میرے ابا آپ کی ذہانت کے بےحد معترف ہیں اور ان کی دلی خواہش ہے کہ ہمارے کنبے ہی میں آپ کی شادی ہو جائے ۔ لیکن افسوس ، میری ایک ہی بہن ہے اور وہ ابھی بہت کم عمر ہے ۔ میری پھوپھی کی بیٹی ہے آ سونگ ، اٹھارہ سال کی ہو چکی ہے اور شکل صورت کی بھی بری نہیں ۔ آپ کو میری بات کا یقین نہ ہو تو بچشم خود دیکھ لیں ۔ وہ روزانہ چہل قدمی کے لئے باغ میں آتی ہے ۔“

کھونگ انتظار میں بیٹھ گیا اور واقعی چیاؤ نا کے ساتھ ایک پری وش لڑکی چہل قدمی کرتی باغ میں آ نکلی ۔ اس کی بھویں تیکھی تھیں اور چھوٹے چھوٹے پاؤں بڑے

پیارے لگ رہے تھے ۔ وہ چیاؤ نا سے کسی طور بھی کم نہ تھی ! کھونگ کا دل خوشی سے جھوم اٹھا اور اس نے ہوانگ فو سے رضامندی ظاہر کر دی ۔

اگلے روز ہوانگ فو نے اسے مبارکباد دیتے ہوئے کہا ، " بات پکی ہو گئی ! "

کھونگ کے لئے حویلی کا ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا اور شام کو باجے گاجے کے ساتھ شادی کی رسم ادا ہو گئی ۔ کھونگ کو یوں لگ رہا تھا گویا اس کے خوابوں کی شہزادی اچانک سیج پر آ بیٹھی ہو اور چاند محل دھرتی پہ اتر آیا ہو ۔ یہ شادی اس کی تشنہ آرزوؤں کی تکمیل ثابت ہوئی تھی ۔

ایک دن ہوانگ فو کہنے لگا ، " آپ نے جس شفقت سے مجھے پڑھایا ، وہ میں کبھی فراموش نہ کر سکوں گا ۔ آپ کو شاید علم نہیں کہ حال ہی میں شان صاحب نے مقدمہ جیت لیا ہے اور فوری طور پر حویلی خالی کرنے کا کہہ رہے ہیں ۔ چنانچہ ہم واپس صوبہ شینشی جانے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ میں اس خیال سے دکھی ہوا جا رہا ہوں کہ پھر شاید ہی ملاقات ہو سکے ۔ "

کھونگ نے ان کے ہمراہ جانے کی خواہش ظاہر کی تو ہوانگ فو نے اسے واپس گھر لوٹ جانے کا مشورہ دیا ۔ کھونگ نے راستے کی مشکلات کا ذکر کیا تو ہوانگ فو نے جواب دیا :

" اس کی فکر نہ کریں ۔ میں آپ کو گھر پہنچا کر آؤں گا ۔ "

دونوں ابھی باتیں کر رہے تھے کہ ھوانگ فو کے والد آ سونگ کے ھمراہ اندر آ گئے اور سو اونس سونا کھونگ کے ھاتھ میں تھما دیا ۔ تب ھوانگ فو نے میاں بیوی کے ھاتھ تھامے اور انہیں آنکھیں بند کرنے کو کہا ۔ ساتھ ھی کھونگ کو محسوس ھوا کہ وہ فضا میں بلند ھو رہے ھیں ۔ ھوا سیٹیاں بجاتی کانوں کے پاس سے گزر رھی تھی ۔ کافی دیر کے بعد ھوانگ فو نے کہا ، ”لیجئے یہ رھا آپ کا گھر ! “

کھونگ نے آنکھیں کھولیں تو وہ واقعی اپنے مکان کے پاس کھڑا تھا ۔ وہ سمجھ گیا کہ ھوانگ فو کوئی عام انسان نہیں تھا ۔ اس نے دروازے پر دستک دی تو ماں نے دروازہ کھولا ۔ وہ بیٹے کو دیکھ کر دنگ رہ گئی اور جب اس کے ھمراہ حسین و جمیل بہو دیکھی تو خوشی سے پھولی نہ سمائی ۔ کھونگ نے مڑکر دیکھا تو نوجوان غائب ھو چکا تھا ۔

آ سونگ بڑی سگھڑ بہو ثابت ھوئی اور زیادہ دن نہیں بیتے تھے کہ قرب و جوار میں ھر کوئی اس کی صورت و سیرت کے گن گانے لگا ۔ کچھ عرصے بعد کھونگ اعلیٰ ترین شاھی امتحان پاس کرکے ینان کا جج مقرر ھو گیا ۔ وہ اپنے کنبے کو بھی ساتھ لے جانا چاھتا تھا ۔ مگر ماں راضی نہ ھوئی کہ وہ جگہ بہت دور تھی ۔ آ سونگ کے ھاں ایک بیٹا پیدا ھوا جس کا نام شیاؤ ھوان رکھا گیا ۔

پھر شامت اعمال ، کھونگ کو برطرف کر دیا گیا کیونکہ اس نے کچھ اعلیٰ حکام کو خفا کر دیا تھا ۔ تاھم

اسے آئندہ فیصلے تک وہیں رہنے کا حکم دیا گیا ۔

ایک دن وہ شکار کی تلاش میں گھوم رہا تھا کہ دور جنگل میں کالے گھوڑے پر ایک سوار دکھائی دیا جو مڑمڑ کر دیکھتا جا رہا تھا ۔ کھونگ قریب پہنچا تو وہ سوار ہوانگ فو نکلا ۔ یوں ملاقات پر دونوں کے چہرے خوشی سے دمکنے لگے ۔

ہوانگ فو نے اسے اپنے ہاں مدعو کیا اور دونوں چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچ گئے ۔ سارا گاؤں گھنے درختوں کے جھنڈوں میں یوں چھپا ہوا تھا کہ آسمان دکھائی نہیں دیتا تھا ۔ وہ ایک شاندار حویلی میں داخل ہوئے جو دیکھنے میں کسی نواب کی ملکیت لگتی تھی ۔ کھونگ نے چیاؤ نا کے بارے میں پوچھا تو ہوانگ فو نے بتایا کہ وہ بیاہ کر جا چکی تھی اور یہ کہ کھونگ کی ساس کا انتقال ہو چکا تھا ۔ ساس کے انتقال کا سن کر کھونگ کو بےحد صدمہ ہوا ۔ رات وہاں گزارنے کے بعد کھونگ اپنے گھر لوٹا اور بیوی بچے کے ہمراہ پھر ہوانگ فو کی حویلی میں آ گیا ۔ اس بار چیاؤ نا بھی ان کے خیر مقدم کو باہر آ گئی اور بچے کو گود میں لیتے ہوئے بولی ، "میری پھوپھی زاد بہن نے تو ہماری نسل دوغلی کر دی ۔"

کھونگ نے بیماری سے نجات دلانے پر ایک بار پھر چیاؤ نا کا شکریہ ادا کیا تو اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ، "آپ بڑے افسر بن چکے ہیں ! زخم بھی مندمل ہو گیا مگر کیا درد بھی بھول گئے ؟ "

کھونگ کو چیاؤ نا کے شوہر وو سے بھی ملوایا گیا ۔ وہ دو دن بعد وہاں سے رخصت ہو گیا ۔

ایک دن ہوانگ فو سخت پریشانی کے عالم میں کھونگ سے گویا ہوا ، " ہمیں ایک آفت نے آ گھیرا ہے ۔ کیا آپ ہماری مدد کریں گے ؟ "

کھونگ نے کسی پس و پیش کے بغیر ہامی بھر لی ۔

اس پر ہوانگ فو سارے کنبے کو بلا لایا اور انہیں کھونگ کے سامنے دوزانو ہونے کا حکم دیا ۔ یہ دیکھ کر کھونگ سخت الجھن میں پڑ گیا اور اس کی وجہ پوچھنے لگا ۔

" ہم سب انسان نہیں ، لومڑیاں ہیں ۔ " ہوانگ فو نے وضاحت کی ، " آج ہم پر آسمانی آفت نازل ہوگی ۔ اگر آپ جان کا خطرہ مول لیکر ہماری مدد کریں گے تو شاید میرا کنبہ تباہی سے بچ نکلے ۔ بصورت دیگر ، آفت آنے سے پہلے پہلے اپنے بیٹے کو لیکر یہاں سے چلے جائیں ۔ "

کھونگ نے جواب دیا کہ اس کا جینا مرنا اب انہی کے ساتھ ہوگا ۔ چنانچہ ہوانگ فو نے اسے ہدایت کی ، " آپ تلوار لیکر پھاٹک پر کھڑے ہو جائیں اور بجلی گرے ، تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہلیں ۔ "

تھوڑی ہی دیر میں گہرے بادل امڈ آئے اور آسمان تاریک ہو گیا ۔ کھونگ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حویلی غائب ہو چکی تھی اور اب وہاں ایک بہت بڑا ٹیلا دکھائی دے رہا تھا جس کے ساتھ ہی ایک اتھاہ کھائی تھی ۔

ابھی وہ اس ویرانی اور بیابانی پر ششدر تھا کہ اچانک ایک خوفناک کڑک نے پہاڑوں کو دہلا کر رکھ دیا اور ساتھ ھی موسلادھار بارش شروع ھو گئی ۔ تندوتیز آندھی نے چھتنار درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا ۔ آنکھیں خیرہ کر دینے والی چمک اور کانوں کے پردے بھاڑنے والی کڑک کے باوجود کھونگ اپنی جگہ پر جما رہا ۔

دفعتاً گاڑے سیاہ دھوئیں کے بادل سے تیز چونچ اور لمبے پنجوں والا ایک عفریت نمودار ھوا ، جھپٹا مار کر ٹیلے سے کسی کو اٹھایا اور دھوئیں میں غائب ھونے لگا ۔ کھونگ نے لباس اور جوتے دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ وہ چیاؤ نا تھی ۔ اس نے برق رفتاری سے اچھل کر عفریت پر تلوار کا وار کر دیا ۔ عفریت نے چیاؤ نا کو چھوڑ دیا مگر ساتھ ھی بجلی گری اور کھونگ مردہ حالت میں زمین پر ڈھیر ھو گیا ۔

دیکھتے ھی دیکھتے آسمان صاف ھو گیا ۔ چیاؤ نا ھوش میں آئی تو کھونگ کو مردہ پا کر سسکیاں بھرنے لگی ، " کھونگ نے میرے لئے جان دے دی ! کاش وہ مجھے نہ بچاتا ! "

آ سونگ بھی باھر آ گئی اور دونوں کھونگ کی لاش اٹھا کر حویلی میں لے گئیں ۔ چیاؤ نا کی ھدایت پر آ سونگ نے کھونگ کا سر تھاما اور ھوانگ ئو نے بالوں میں لگانے والی طلائی پن سے اس کا منہ کھول دیا ۔ اب چیاؤ نا نے اس کی ٹھوڑی پکڑی اور زبان کی نوک سے سرخ گوٹی اس کے منہ

میں رکھ دی - ان کے ھونٹ ملے اور اس نے پھونک مار کر گوٹی کھونگ کے حلق سے نیچے اتار دی - چشم زدن میں کھونگ کے گلے میں خرخراھٹ پیدا ھوئی اور اس کی سانس لوٹ آئی - سارے کنبے کو سامنے پا کر کھونگ کو یوں محسوس ھوا گویا خواب دیکھتے دیکھتے آنکھ کھل گئی ھو - دوبارہ ملاپ پر سارا کنبہ آفت کو بھول کر خوشیاں منانے لگا - کھونگ نے رائے دی کہ وہ یہ اجاڑ جگہ چھوڑ کر اس کے آبائی گاؤں چلے چلیں - سارا کنبہ راضی ھو گیا لیکن چیاؤ نا کچھ پس و پیش کرنے لگی - کھونگ نے وو کو بھی ساتھ لے جانے کی تجویز پیش کی تو اس نے جواب دیا کہ وو کے ماں باپ جوان بیٹے سے شاید یہ جدائی گوارا نہ کریں - چنانچہ کوئی فیصلہ نہ ھو پایا -

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وو کنبے کا ایک نوکر ھانپتا کانپتا آن پہنچا - اس کی کیفیت دیکھ کر سبھی پریشان ھو گئے - اس نے بتایا کہ اسی دن گھر پر بجلی گری اور سارا کنبہ فنا ھو گیا - چیاؤ نا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور ھر کوئی اسے تسلی دینے میں لگ گیا - آخر وہ بھی کنبے کے ساتھ چلنے پر تیار ھو گئی -

کھونگ نے ینان جا کر ضروری معاملات نمٹائے ، پھر سب نے اسباب باندھا اور سفر پر روانہ ھو گئے - ھوانگ فو کنبے سمیت گاؤں کے ایک خالی مکان میں رھنے لگا - وہ دروازے میں ھمیشہ اندر سے چٹخنی لگائے رکھتا اور صرف کھونگ اور آ سونگ کی آمد پر کھولتا -

کھونگ ، ھوانگ فو اور چیاؤ نا بیشتر وقت شطرنج بازی ، شراب نوشی یا بات چیت میں گزارتے ، یوں جیسے وہ ایک ھی کنبے کے فرد تھے ۔ شیاؤ ھوان بےحد وجیہہ جوان نکلا ، تاھم اس کے چہرے پر لومڑی کے خدوخال خاصے نمایاں تھے ۔ وہ جب بھی شہر جاتا ، ھر کوئی جان جاتا کہ وہ لومڑی کا بیٹا تھا ۔

داستان گو لکھتا ھے ، ذاتی طور پر میں کھونگ کی حسین بیوی کا اتنا معترف نہیں جتنا اس کی بےمثل محبوبہ کا ۔ اسے دیکھ کر آدمی بھوک پیاس بھول سکتا ھے ۔ اس کی آواز کانوں میں رس گھولتی ھے ۔ ایسے پیارے رفیق کے ساتھ بیٹھ کر کبھی کبھار گپ شپ کرنا یا کھانا پینا اور اس کے حسن کو روح کی گہرائیوں میں بسائے رکھنا محض نفسانی خواھشات کی تکمیل سے کہیں افضل ھوتا ھے !

کالا جادو

نواب یوی جوانی میں بڑا حوصلہ‌مند اور دلیر تھا ۔ مکے بازی اور زور آزمائی سے شغف رکھتا تھا ۔ طاقتور اتنا کہ کانسی کے دو بھاری برتن گھما کر پھینکتا تو وہ پھرکی کی مانند اڑتے چلے جاتے ۔ چھونگ چن * کے دور حکوست میں ایک بار وہ شاھی استحان دینے کے لئے دارالحکوست پہنچا تو شامت اعمال اس کا نوکر بیمار ھو کر بستر سے لگ گیا ۔ بازار میں ایک جوتشی بیٹھتا تھا جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ زندگی موت کا حال بتانے میں کمال رکھتا ھے ۔ یوی نے جوتشی سے رجوع کیا تو وہ یوی کے منہ کھولنے سے پہلے ھی بول اٹھا ، ” جناب ، آپ اپنے نوکر کے بارے میں پوچھنے آئے ھیں ؟ “

یوی نے بڑی حیرت کے ساتھ اثبات میں جواب دیا ۔

” نوکر تو تندرست ھو جائےگا ، مگر جناب ، دراصل تو آپ کی جان خطرے میں ھے ۔ “ جوتشی نے کہا ۔

تب یوی نے اپنی قسمت کا حال پوچھا تو جوتشی زائچہ دیکھ کر بڑے دھشتناک انداز میں بولا ، ” آپ تین دن بعد انتقال کر جائیں گے ۔ “

---

* آخری مینگ شہنشاہ ۱۶۲۸ء تا ۱۶۴۴ء ۔

یوی کچھ دیر کے لئے تو دم بخود ہو گیا ۔

" میں کچھ منتر جانتا ہوں ۔ " جوتشی اس کی حالت دیکھ کر پرسکون لہجے میں کہنے لگا ، " آپ مجھے دس اونس چاندی عنایت کریں تو اس ابتلا کو آپ کے سر سے ٹال دوں گا ۔ "

لیکن یوی نے سوچا کہ اگر موت لکھی جا چکی ہے تو کوئی جادو ٹونا اسے نہیں روک سکتا ، لہذا کوئی جواب دیئے بغیر جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ۔

" آپ اس اپائے کے لئے معمولی سی رقم خرچ کرنے پر تیار نہیں ، " جوتشی نے اسے اٹھتے دیکھ کر کہا ، " آپ پچھتائیں گے ، آپ پچھتائیں گے ! "

یوی کے سارے دوستوں نے اسے ایک ھی رائے دی کہ جوتشی کو پیسے دے کر اپنی جان بچا لے ، لیکن اس نے بات ان سنی کر دی ۔ تین دن گزر گئے ۔ یوی سارا دن بڑے سکون سے اپنے کمرے میں بیٹھا انتظار کرتا رھا ، مگر کچھ بھی نہ ھوا ۔ رات اتر آئی ۔ اس نے دروازہ بند کیا ، چراغ کی لو دھیمی کی اور ننگی تلوار پہلو میں رکھ کر بیٹھ گیا ۔

رات کا پہلا پہر ختم ھونے کو آ گیا اور اسے کوئی گزند نہ پہنچا ۔ وہ لیٹ کر ذرا آرام کرنے کا سوچ رھا تھا کہ اچانک کھڑکی کی جھری سے سرسراھٹ سی سنائی دی ۔ اس نے چونک کر ادھر دیکھا تو نیزے سے لیس ایک بالشتیا اندر آن کودا اور جونہی اس کے پاؤں زمین سے لگے بڑھ کر قدآدم شکل میں آ گیا ۔ شمشیر بکف یوی نے لپک کر اس پر وار کر دیا مگر وار خالی گیا ، کیونکہ مدمقابل ھوا میں

تیرنے لگا اور چشم زدن میں پھر بالشتیے کا روپ دھار کر
کھڑکی کی جھری سے باہر نکلنے کو تھا کہ یوی نے بڑھ
کر پھر وار کر دیا ۔ اب کی بار وار نشانے پر بڑا اور بالشتیا
ڈھیر ہو گیا ۔ یوی نے چراغ لا کر دیکھا تو وہ کاغذی پیکر
تھا اور تلوار کے وار سے دو ٹکڑے ہو چکا تھا ۔ یوی کو قدرے
خوف بھی محسوس ہوا ۔ اس کی نیند اڑ گئی اور چوکس
ہو کر بیٹھ گیا ۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک اور بالشتیا
جو بھتنوں کی طرح بدھیئت اور وحشی تھا ، کھڑکی کی جھری
سے اندر آ کودا ۔ ابھی اس کے پاؤں زمین سے لگنے نہ پائے
تھے کہ یوی کے ایک ھی بھربور وار نے اس کے دو ٹکڑے
کر دیئے ۔ دونوں ٹکڑے مسلسل پھڑک رہے تھے ۔ یوی
یہ سوچ کر کہ ممکن ھے وہ دوبارہ زندہ ہو جائے ، مسلسل
وار کرنے لگا ، مگر ہر وار پر فرش سے ٹھک کی آواز سی نکل
کر رہ جاتی ۔ یوی نے غور سے دیکھا تو وہ مٹی کا مجسمہ
تھا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا ۔ اب وہ کرسی گھسیٹ
کر کھڑکی کے پاس لے گیا اور جھری پر نظریں جما دیں ۔

کافی دیر بعد اسے باہر شور سا سنائی دیا ، یوں جیسے
کوئی بیل نتھنے پھلا پھلا کر خرخرا رہا ہو ۔ ساتھ ھی
جافری پر ایسا دباؤ پڑا کہ سارا مکان ہلنے لگا ۔ لگتا تھا
کوئی دم میں زمیں بوس ہو جائے گا ۔ یوی نے فیصلہ کیا کہ
سبے تلے دب جانے کی بجائے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے ۔
وہ چٹخنی کھول کر صحن میں آیا تو وہاں ایک لمبا
تڑنگا دیو کھڑا تھا ۔ مدھم چاندنی میں اس کا کالا بھجنگ

چہرہ اور زرد چمکتی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں ۔ وہ کمر تک ننگا اور برہنہ پا تھا ۔ اس کے ایک ھاتھ میں کمان اور کندھے پر ترکش لٹک رہا تھا ۔ یوی مبہوت سا ہو کر دیو کو دیکھ رہا تھا کہ اس نے تیر چھوڑ دیا ۔ یوی نے تلوار سے تیر روک لیا ، لیکن اس سے پہلے کہ وہ وار کرتا ، دیو پھر نشانہ لے چکا تھا ۔ یوی بجلی کی سی سرعت سے ایک طرف ھٹ گیا ۔ تیر دیوار میں لگا ۔ ٹھن کی آواز نکلی اور تیر لرزنے لگا ۔ دیو نے غضبناک ہو کر تیغا کھینچا اور یوی پر وار کیا ۔ یوی پھر جھکائی دے گیا ۔ تیغا صحن کی پتھریلی سیڑھی میں لگا اور وہ دو ٹکڑے ہو گئی ۔ یوی نے دیو کی ٹانگوں میں گھس کر اس کے ٹخنوں پر وار کیا تو ان سے عجیب سی ٹھنٹھناھٹ پیدا ہوئی ۔ دیو غصے میں بالکل ھی پاگل ہو گیا اور خوفناک انداز میں دھاڑتے ہوئے پھر تیغا لے کر لپکا ۔ یوی ایک بار پھر وار بچاتے ہوئے دیو کی بغل میں جا پہنچا ۔ بہرحال تیغا اس کے پاجامے کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا ۔ یوی نے دیو پر مسلسل وار شروع کر دیئے مگر ھر بار وھی عجیب سی ٹھنٹھناھٹ پیدا ہوتی رہی ۔ آخر دیو زمین پر گر کر بےحس و حرکت ہو گیا ۔ یوی وحشیانہ انداز میں تلوار چلانے لگا ۔ اب ھر وار کے ساتھ یوں آواز نکل رہی تھی گویا چوبی مجیرے بج رہے ہوں ۔ یوی نے چراغ لا کر دیکھا تو یہ لکڑی کی قد آدم مورتی تھی ۔ اس کی کمر پر کمان اور ترکش تھے اور چہرہ رنگ سے خوفناک بنایا گیا تھا ۔ جہاں جہاں تلوار کے وار پڑے تھے وہاں

وہاں سے خون رس رہا تھا ۔

یوی صبح تک چراغ لئے بیٹھا رہا ۔ وہ جان چکا تھا کہ بھوت اور دیو جوتشی نے اسے ھلاک کرنے کے لئے بھیجے تھے ۔ اور یوں وہ اپنی جادوئی قوتوں کا مظاھرہ کرنا چاھتا تھا ۔ دوسرے روز اس نے دوستوں کو ساری کتھا سنائی اور سب جوتشی کی تلاش میں نکل کھڑے ھوئے ۔ جوتشی دور ھی سے یوی کو دیکھ کر اچانک غائب ھو گیا ۔

کسی نے کہا ، ”کتے کا خون چھڑکا جائے تو جادو کے زور سے نظروں سے اوجھل ھونے والا خود بخود سامنے آ جاتا ھے ۔“

اگلی بار یوی پوری طرح تیار ھو کر نکلا اور جوتشی حسب معمول نظروں سے اوجھل ھو گیا ۔ یوی نے جوتشی کی جائے نشست پر کتے کا خون چھڑکا تو وہ بھوت بنا ھوا سامنے آ گیا ۔ اس کا چہرہ کتے کے خون سے لت پت اور آنکھوں سے وحشت جھلک رھی تھی ۔ یوی نے اسے پکڑ کر حکام کے حوالے کر دیا اور حکام نے اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا ۔

پوستی وانگ

پھینگ یوان میں وانگ چھنگ نامی ایک شخص رہتا تھا ۔ اس کا سلسلۂ نسب ایک قدیم خاندان سے ملتا تھا ۔ مگر وہ تھا اتنا سست کہ دیکھتے ھی دیکھتے ساری جائیداد بک بکا گئی ۔ صرف ایک خستہ حال مکان رہ گیا اور ایک بوسیدہ سا لحاف جو میاں بیوی کا واحد اوڑھنا بچھونا تھا ۔ بیوی ہر وقت اسے بےنقط سناتی رہتی تھی ۔ یہ ان دنوں کا قصہ ھے جب سخت گرمی پڑ رہی تھی اور وانگ سمیت سارے گاؤں والوں کی عادت تھی کہ رات کو سونے کے لئے ایک پرانے باغ میں چلے جاتے تھے ، جو کبھی چو کنبے کی ملکیت تھا ۔ اب اس کی دیواریں ڈھے کر برابر ھوتی جا رہی تھیں ۔

ایک صبح ، جب سارے گاؤں والے اٹھ کر جا چکے تھے اور سورج خاصا بلند ھو چکا تھا ، وانگ کی آنکھ بھی کھل گئی ۔ وہ اٹھ کر گھر جانے کو تھا کہ اچانک گھاس میں بالوں کی ایک طلائی پن پڑی دکھائی دی ۔ وانگ نے پن اٹھا کر دیکھی تو اس پر خفی حروف میں کندہ تھا : ”شہزادی کے شوہر کے لئے بنائی گئی ۔“ وانگ کے دادا نے ھنگ

شہزادے کے کنبے میں شادی کی تھی ، لہذا وانگ کو ورثے میں ملنے والی متعدد اشیاء پر یہی الفاظ کندہ تھے ۔ وہ محویت کے عالم میں کھڑا تھا کہ ایک بوڑھی عورت پن ڈھونڈتی ڈھونڈتی وہاں چلی آئی ۔ وانگ غریب تو تھا ، پر بددیانت نہ تھا ۔ اس نے پن فوراً بڑی بی کے حوالے کر دی اور بوڑھی عورت خوش ہو کر اسے دعائیں دینے لگی ۔

” یہ پن کوئی بہت قیمتی شے نہیں ، مگر میرے میاں کی نشان ہے ۔ “ بوڑھی عورت نے کہا ۔

وانگ نے اس کے شوہر کا نام پوچھا تو بوڑھی عورت نے جواب دیا : ” شہزادی کا سابق خاوند وانگ چیئن چی ۔ “

” وہ تو میرے دادا تھے ! کمال ہے ! “ وانگ کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا ۔

بوڑھی عورت بھی حیران سی ہو گئی ۔

” تم وانگ چیئن چی کے پوتے ہو ؟ “ بوڑھی عورت نے جذباتی لہجے میں کہا ، ” میں لومڑی ہوں اور سو سال سے زیادہ بیتے تمہارے دادا کی داشتہ تھی ۔ ان کا انتقال ہوا تو میں بھی یہ دنیا چھوڑ گئی ۔ آج ادھر سے گزر رہی تھی کہ یہ پن کھو گئی جو تم نے اٹھا لی ۔ قسمت میں ہمارا یہ ملاپ لکھا تھا ! “

وانگ نے سن رکھا تھا کہ اس کے دادا کی داشتہ ایک لومڑی تھی ۔ اسے بوڑھی عورت کی بات کا اعتبار آ گیا اور گھر لا کر بیوی سے ملوایا ۔ بوڑھی عورت نے وانگ کی بدحال ، چڑچڑی اور زرد رو بیوی کو دیکھا تو سرد آہ بھر کر بولی :

”میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ وانگ چیئن چی کا پوتا ان حالوں کو پہنچ جائے گا ! “ پھر ٹوٹا پھوٹا ٹھنڈا چولہا دیکھ کر پوچھنے لگی ، ”تمہاری گزر بسر کی کیا صورت ہے ؟ “

وانگ کی بیوی نے سسکیاں لیتے ہوئے اپنی مفلوک الحالی کی کتھا سنائی تو بوڑھی عورت نے کہا کہ وہ اس کی طلائی پن گروی رکھ کر کھانے پینے کو کچھ خرید لیں ۔ اور وعدہ کیا کہ تین دن بعد انہیں دیکھنے آئے گی ۔

وانگ نے اس سے رکنے کی التجا کی تو وہ یہ کہتے ہوئے چل دی : ”تم اپنی بیوی کے لئے تو روٹی کا پربندھ کر نہیں سکتے ۔ ھاتھ بٹانے کی بجائے تم پر بوجھ بن جانا کیا اچھا لگے گا ؟ “

وانگ نے بیوی کو بوڑھی عورت کے بارے میں بتایا تو وہ سہم گئی ۔ لیکن جب وانگ نے تسلی دی تو وہ بوڑھی عورت کو دادی سمجھ کر اس کا احترام کرنے پر رضامند ہو گئی ۔ تین دن بعد بوڑھی عورت لوٹ آئی اور انہیں کافی مقدار میں آٹا چاول خریدنے کے لئے پیسے دیئے ۔ رات وہ وانگ کی بیوی کے ساتھ ایک ھی بستر میں لیٹی ۔ پہلے تو وانگ کی بیوی خاصی خوفزدہ ہوئی مگر بوڑھی عورت کی شفقت آمیز باتیں سن کر جلد ھی اس کے وسوسے جاتے رہے ۔

اگلے روز بوڑھی عورت نے وانگ سے کہا : ”بیٹے ، اب یہ ڈنڈے بجانا چھوڑو اور کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کرو ۔ یوں بیکار بیٹھے رہے تو زندگی کیسے بیتے گی ؟ “

وانگ نے کہا کہ کاروبار کے لئے اس کے پاس پیسہ ویسہ نہیں تو اس نے جواب دیا : "تمہارے دادا حیات تھے تو میں جتنی چاندی چاہتی جمع کر لیتی - لیکن میں چونکہ اس دنیا کی باسی نہیں ، لہذا پیسے کی کبھی ضرورت ھی محسوس نہ کی - اس سے کبھی کبھار ھی پیسے لیتی تھی - تاھم میں نے جیب خرچ کی چالیس تائل چاندی الگ سے رکھ چھوڑی تھی ، جو اب بھی موجود ھے - یہ چاندی میرے کسی کام کی نہیں - تم یہ چاندی لے لو اور سوتی کپڑا خرید کر دارالحکومت لے جاؤ - اگر تم بنا تاخیر کئے وھاں پہنچ گئے تو خوب منافع ھاتھ لگے گا - "

وانگ نے اس کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے سوتی کپڑے کے پچاس تھان خرید لئے - بوڑھی عورت نے اسے کہا کہ فوراً روانہ ھو جائے - اس کا خیال تھا کہ وہ چھ سات دن میں دارالحکومت پہنچ جائے گا -

"ھوشیاری اور پھرتی سے کام لینا ،" بوڑھی عورت نے اسے رخصت کرتے ہوئے ھدایت کی ، "ایک دن کی دیر بھی ھو گئی تو پچھتاؤ گے - "

وانگ نے اسی طرح کیا اور اسباب باندھ کر عازم سفر ھو گیا - شومیٔ قسمت ، ابھی وہ ادھ راہ میں تھا کہ طوفان نے آ لیا اور موسلادھار بارش ھونے لگی - اس کے کپڑے پانی سے لت پت ھو گئے - زندگی میں پہلا موقع تھا کہ اسے سفر کی صعوبتیں اٹھانی پڑی تھیں - جلد ھی وہ تھک کر چور ھو گیا اور آرام کرنے کے لئے ایک سرائے میں جا ٹھہرا -

رات بھر پانی برسا کیا اور سرائے کے چھجوں سے پرنالے بہتے رہے ۔ صبح تک سڑک دلدل بن چکی تھی ۔ وانگ نے راہ گیروں کو ٹخنے ٹخنے پانی میں چلتے دیکھا تو اس کی ہمت جواب دے گئی اور دو پہر تک انتظار میں بیٹھا رہا ۔ تب تک سڑک کچھ خشک ہو چکی تھی ، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے پھر کالے بادل اسڈ آئے اور چھاجوں پانی برسنے لگا ۔ اور وانگ نے سفر اگلے روز پر ملتوی کر دیا ۔ خدا خدا کر کے وہ دارالحکومت کے قریب پہنچا تو یہ سن کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ سوتی کپڑے کا بھاؤ بہت اونچا جا رہا تھا ۔ لیکن سرائے میں اترتے ھی سرائے والے نے یہ کہہ کر اس کی امیدوں پر اوس ڈال دی کہ وہ بہت دیر سے پہنچا تھا ۔ جنوبی سڑک نئی نئی کھلی تھی اور شہر میں بہت کم سوتی کپڑا آ رہا تھا ۔ ادھر خریدار چونکہ شہر کے امراء تھے ، لہذا قیمت تین گنا بڑھ چکی تھی ۔ مگر وانگ کی آمد سے صرف ایک دن قبل اتنی بڑی مقدار میں سوتی کپڑا آ گیا کہ قیمتیں اچانک گر گئیں اور دیر سے پہنچنے والوں کی دکانداری ٹھپ ہو کر رہ گئی ۔ یہ خبریں وانگ پر گویا بجلی بن کر گریں ۔

اگلے روز مزید سوتی کپڑا آنے کے نتیجے میں قیمتیں اور گر گئیں ۔ وانگ کو منافع کی کوئی امید نہ تھی اس لئے وہ کپڑا بیچنے سے ھچکچا رہا تھا ۔ کوئی دس دن بعد اس نے دیکھا کہ قیام و طعام پر خاصی پونجی خرج ہو چکی ہے تو پریشانی کے مارے دل ڈوبنے لگا ۔ اور جب سرائے والے نے

مشورہ دیا کہ کپڑا سستے داموں بیچ کر رقم کسی اور کاروبار میں لگا دے تو فوراً رضامند ہو گیا ۔ اس نے سارا کپڑا بیچ کر حساب لگایا تو دس تائل سے زیادہ کا گھاٹا ہوا تھا ۔

اگلے روز وہ صبح سویرے اٹھ کر روانگی کی تیاری کرنے لگا ۔ اور جب بٹوا کھول کر دیکھا تو ساری پونجی چوری ہو چکی تھی ۔ اس نے بےبسی کے عالم میں ساری کیفیت سرائے والے سے بیان کی تو وہ بھی ھکابکا رہ گیا ۔ کسی نے وانگ کو مشورہ دیا کہ سرائے والے کے خلاف نالش کر دے لیکن اس نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے جواب دیا : ”میرے نصیب ھی برے ھیں ، تو سرائے والے کو کیا دوش دوں ؟ “

سرائے والے نے اظہار ممنونیت کے طور پر اسے پانچ تائل دیتے ہوئے کہا کہ وہ جلد از جلد گھر لوٹ جائے ۔ لیکن وانگ سوچنے لگا کہ گھر جا کر دادی کو کیا منہ دکھائےگا ۔ وہ بےمقصد سڑکوں پر آوارہ‌گردی کر رہا تھا کہ ایک جگہ کچھ لوگوں کو لڑاکا بٹیر سدھاتے دیکھا ۔ بٹیروں کی لڑائی میں ایک اچھے داؤ پر پوبارہ ہو سکتے تھے ۔ اور ایک ایک بٹیر کئی سو پیسوں کا بکتا تھا ۔ وانگ کا جی مچل اٹھا اور اس کے پاس جو پونجی تھی اس سے بٹیروں کی تجارت کے علاوہ کوئی اور کام ہو بھی نہیں سکتا تھا ۔ سرائے والے سے رائے لی تو اس نے بھی ہمت بندھائی اور مفت قیام و طعام کا وعدہ کر لیا ۔ چنانچہ وانگ نے حوشی خوشی بہت

سے بٹیر خرید لئے ۔ سرائے کے مالک کو بھی بٹیر پسند آئے اور کہنے لگا کہ بہت جلد اچھے داموں بک جائیں گے ۔

رات بھر مینہ برسا کیا اور صبح تک گلیاں بازار جل تھل ہو چکے تھے ۔ وانگ موسم کھلنے کا انتظار کرتا رہا مگر کئی دن لگاتار جھڑی لگی رہی ۔ اور جب اس نے بٹیروں کا جائزہ لیا تو وہ بھی دم توڑتے دکھائی دیئے ۔ وانگ کی حالت ناگفتہ‌بہ ہو گئی ۔ اگلے روز کچھ اور بٹیر مر گئے ۔ اس نے باقی‌ماندہ بٹیروں کو ایک ھی پنجرے میں بند کر دیا اور دوسرے دن دیکھا تو صرف ایک بٹیر زندہ بچا تھا ! وانگ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے سارا ماجرا سرائے والے کو کہہ سنایا ۔ نیک دل سرائے والا تسلی دینے کے سوا کر بھی کیا سکتا تھا ۔ ساری پونجی ضائع ہو چکی تھی اور گھر لوٹنا بھی ممکن نہ رہا تھا ۔ تنگ آ کر وانگ خودکشی کا سوچنے لگا تو سرائے والے اسے دلاسا دیتے ہوئے وہ بٹیر دیکھنے چلا آیا جو بچ رہا تھا ۔

”یہ پرندہ تو بڑے کام کا لگتا ھے ،“ سرائے والے نے بٹیر کا جائزہ لیتے ہوئے کہا ، ”ہو سکتا ھے اسی نے باقی بٹیروں کو مار دیا ہو ۔ تمہیں آجکل فرصت ھی فرصت ھے ۔ اس بٹیر کو لڑائی کی تربیت دینا شروع کر دو ۔ لڑاکا نکلا تو تمہارے لئے روٹی کمانے کا ذریعہ بن جائے گا ۔“

وانگ نے نصیحت پلے باندھ لی اور جب بٹیر کی تربیت مکمل ہو گئی تو سرائے والے نے مشورہ دیا کہ سڑک کے موڑ پر بیٹھ کر شراب اور گوشت کی شرطیں بدنا شروع کر دے ۔

بٹیر ایسا لڑاکا نکلا کہ ہر مقابلے میں اسی کا پلہ بھاری رہتا ۔ ادھر سرائے والے نے خوش ہو کر وانگ کو کچھ رقم ادھار بھی دے دی اور دوسرے بٹیر بازوں سے نقد شرطیں بدنے کی ہدایت کی ۔ ہر بار جیت وانگ ہی کی ہوتی اور چھ ماہ کی قلیل مدت میں بیس تائل سے زیادہ کا اثاثہ جمع ہو گیا ۔ اس کی طبیعت چونچال ہو گئی اور بٹیر کو جان سے زیادہ چاہنے لگا ۔

اتفاق دیکھئے کہ ایک شہزادے کو بٹیر لڑانے کا بےحد شوق تھا اور ہر سال جشن چراغاں کے موقع پر بٹیر بازوں کو محل میں بلا کر ان سے بٹیر لڑاتا تھا ۔

”ممکن ہے ابکے تمہاری قسمت یاوری کر جائے ۔“ سرائے والے نے وانگ کو شہزادے کے متعلق بتایا اور اس کے ہمراہ محل کی طرف چلتے ہوئے کہنے لگا ، ”ہار جاؤ تو غم نہ کرنا ۔ لیکن اگر تمہارا بٹیر جیت نکلا تو شہزادہ اسے خریدنے کی ہر ممکن کوشش کرےگا ۔ اور ایسا ہو گیا تو فورا ہی ہاں نہ کر بیٹھنا ۔ وہ بہت اصرار کرے تو میرے اشارے پر نظر رکھنا ۔ میرا سر ہلتا دیکھو تب سودا طے کرنا ۔“ وانگ نے اقرار کر لیا ۔

دونوں محل میں پہنچے تو وہاں بٹیر بازوں کا جمگھٹا لگا ہوا تھا اور کھوے سے کھوا چھل رہا تھا ۔ تھوڑی دیر میں شہزادہ محل سے برآمد ہوا اور شہ نشین پر آ بیٹھا ۔ خدام نے بٹیر بازوں سے کہا کہ مقابلے کے شائقین سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آنے جائیں ۔ ایک شخص اپنا بٹیر لئے آگے بڑھا

تو شہزادے نے اپنا بٹیر چھوڑنے کا حکم دیا ۔ شہزادے کے بٹیر نے پہلے ہی حملے میں حریف کو مار بھگایا اور شہزادہ ہنسنے لگا ۔

جب کئی بٹیر دم دبا کر بھاگ چکے تو سرائے والے نے وانگ سے سرگوشی کی ، " اب تمہاری باری ہے ۔ " اور ساتھ ہی وہ سیڑھیاں چڑھنے لگے ۔

" بٹیر تو بڑا عمدہ ہے ، " شہزادہ وانگ کے بٹیر کو دیکھتے ہی کہنے لگا ، " اس کی آنکھوں سے غضب جھلکتا ہے ۔ یہ صحیح حریف ثابت ہوگا ! " اس نے خادموں کو حکم دیا کہ مقابلے پر " آہنی چونچ " کو لے کر آئیں ۔ اور " آہنی چونچ " دو تین ٹھونگوں میں ہی بھاگ نکلا ۔ شہزادے نے اس سے بہتر بٹیر منگوایا اور وہ بھی مات کھا گیا ۔

شہزادے کو اب جوش آ رہا تھا ۔ اس نے محل سے " یشبی بٹیر " لانے کا حکم دیا ۔ دم بھر میں بٹیر آ گیا ۔ اس کے پر بگلے کی مانند سفید تھے۔ اور اتنا جوشیلا اور کروفر والا کہ وانگ کا دل بیٹھ گیا ۔ وہ گھٹنوں کے بل جھک کر گھگیانے لگا :

" حضور والا کے پاس ایسا نایاب پرندہ ہے ۔ ڈرتا ہوں اس نے میرے بٹیر کو ہلاک کر دیا تو میں روزی کے وسیلے سے محروم ہو جاؤں گا ۔ "

شہزادے نے ہنستے ہوئے جواب دیا :

" جی نہ ہارو ۔ اگر اس نے تمہارے پرندے کو ہلاک

کر دیا تو بھی میں تمہیں نہال کر دوں گا ۔ "

اور وانگ نے اپنے بٹیر کو اکھاڑے میں اتار دیا ۔ " یشبی پرندہ " تیزی سے آگے بڑھا تو وانگ کا بٹیر غصیلے مرغے کی طرح گردن کے پر پھلا کر دبک گیا اور جونہی " یشبی پرندے " نے حمله کیا وہ پرفشاں سارس کی مانند آگے بڑھ کر مقابلے پر آ گیا ۔ دونوں کچھ دیر ایک دوسرے کو رگیدتے رہے ، اور پھر " یشبی برندہ " سست پڑنے لگا ۔ تاهم وانگ کے بٹیر نے خشمناک انداز میں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ بڑھ کر حملے شروع کر دیئے ۔ دیکھتے هی دیکھتے " یشبی پرندے " کے بر برف کے گلوں کی طرح چاروں طرف اڑنے لگے اور آخرکار وہ دم دبا کر بھاگ نکلا ۔ تماشائی زور زور سے تالیاں بجانے لگے ۔

شہزادے نے وانگ کا بٹیر منگوا بھیجا اور اس کی چونچ اور پنجوں کا بغور معائنه کرنے کے بعد بولا :

" یه بٹیر بیچوگے ؟ "

" اس ناچیز کا اور کوئی ذریعۂ معاش نہیں ۔ اسے بیچنے سے معذور ہوں ۔ " وانگ نے جواب دیا ۔

" تمہیں اس کے اچھے دام مل جائیں تو کیا کوئی اور مناسب روزگار تلاش نہیں کر لوگے ؟ "

وانگ نے کافی دیر سوچنے کے بعد جواب دیا : " میں نے اسے بیچنے کا کبھی سوچا بھی نہیں ۔ لیکن حضور والا کو اگر یه بہت هی بھا گیا هے اور اتنا کچھ عطا کر دیں که میں اپنے کنبے کا پیٹ پالنے کے لائق هو جاؤں تو اس سے

جدائی برداشت کر لوں گا ۔ "

شہزادے نے بٹیر کے دام لگانے کو کہا تو وانگ نے ایک ہزار تائل کہہ دیئے ۔

" احمق ! " شہزادے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ، " یہ کون سا خزانہ ہے جو ایک ہزار تائل مانگ رہے ہو ؟ "

" حضور کی نظروں میں تو شاید یہ خزانہ نہ ہو مگر میرے لئے تو انمول شے ہے ۔ " وانگ نے جواب دیا ۔

" وہ کیسے ؟ "

" اسے بازار لیجا کر میں روزانہ چند تائل کما سکتا ہوں اور اتنا اناج خرید لیتا ہوں جو گھر والوں کے لئے کافی ہوتا ہے ۔ کیا کوئی خزانہ اس کی ہمسری کر سکتا ہے ؟ "

" تم گھاٹے میں نہیں رہوگے ، " شہزادہ بولا ، " میں تمہیں اس بٹیر کے دو سو تائل دے سکتا ہوں ۔ "

وانگ نے انکار میں سر ہلایا تو شہزادے نے سو تائل کا اضافہ کر دیا ۔ وانگ نے سرائے والے کی طرف دیکھا تو اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا ۔

" حضور کی خاطر میں ایک سو تائل چھوڑ دوں گا ۔ " وانگ نے جواب دیا ۔

" بھاگ جاؤ یہاں سے ! " شہزادے نے چلا کر کہا ، " ایک بٹیر کے لئے بھلا کون نو سو تائل خرچ کرےگا ؟ "

وانگ نے بٹیر تھیلے میں ڈالا اور باہر کو ہو لیا ۔

" ارے ، سنو ! " شہزادے نے پیچھے سے پکارا ، " ادھر

آؤ ، میں چھ سو تائل دے دوں گا ۔ آگے تمہاری مرضی ۔ "
وانگ نے دوبارہ سرائے والے کی طرف دیکھا لیکن اس کا چہرہ بدستور سپاٹ تھا ۔ بہرحال قیمت وانگ کی توقع سے کہیں زیادہ تھی اور ڈر بھی رہا تھا کہ انکار کی صورت میں کہیں اس رقم سے بھی ہاتھ نہ دھو بیٹھے ۔

" میں اس قیمت پر بیچنا تو نہیں چاہتا ، مگر حضور کی ناراضگی بھی مجھے منظور نہیں ۔ لائیے چھ سو تائل ۔ " اس نے کہا ۔

شہزادے کا چہرہ چمک اٹھا اور اس نے فوراً چھ سو تائل چاندی تلوا دی ۔ وانگ نے رقم سنبھالی اور شکریہ ادا کرتا ہوا باہر آ گیا ۔

" تم نے میری بات کیوں نہ سنی ؟ " سرائے والے نے خفگی سے کہا ، " تم کچھ دیر اور اڑے رہتے تو آٹھ سو تائل تک مل جاتے ۔ "

سرائے میں لوٹنے کے بعد وانگ نے چاندی میز پر ڈال دی اور سرائے والے سے کہا کہ وہ اپنا حصہ لے لے ۔ لیکن اس نیکدل شخص نے انکار کر دیا ۔ آخر وانگ کے بےحد اصرار پر کھانے کے پیسے لے لئے ۔

وانگ نے گؤں واپس آ کر گھر والوں کو ساری رام کہانی سنائی اور چاندی ان کے سامنے رکھ دی ۔ سب بےحد خوش تھے ۔ بوڑھی عورت نے وانگ کو پچاس ایکڑ زرخیز زمین خریدنے ، مکان بنانے اور بیوی کے ساتھ باعزت زندگی گزارنے کی ہدایت کی ۔ وہ روز صبح سویرے اٹھتی اور وانگ

کو مزارعوں کی نگرانی کے لئے بھیج دیتی ۔ وانگ کی بیوی سوت کاتنے والی نوکرانیوں پر نظر رکھتی اور کاہلی دکھانے پر انہیں جھاڑ بھی پلاتی ۔ یوں میاں بیوی دونوں خوب محنت کرتے اور خوش رہتے ۔ تین سال بعد ، جب وہ خاصے خوشحال ہو چکے تھے ، بوڑھی عورت نے واپسی کا قصد کر لیا ۔ وانگ اور اس کی بیوی نے رو رو کر التجائیں کیں تو وہ رکنے پر رضامند ہو گئی ۔ لیکن اگلے روز صبح وہ غائب ہو چکی تھی ۔

داستان گو لکھتا ہے : دولت محنت سے پیدا ہوتی ہے اور کاہلی کے باوجود حصول زر کا یہ واقعہ یقیناً بڑا انوکھا ہے ۔ تاہم ، وانگ مفلسی میں بھی دیانتدار رہا ۔ اور شاید یہی سبب تھا کہ قسمت نے پہلے تو اسے گھن چکر بنایا اور پھر مہربان ہو گئی ۔ ورنہ ایسا سست آدمی دولت میں کیونکر کھیل سکتا تھا ؟

ینگ نینگ

وانگ زی فو بچپن ھی میں باپ کے سائے سے محروم ھو گیا تھا ۔ وہ اتنا ذھین تھا کہ چودہ سال کی عمر میں ضلعی امتحان پاس کر لیا ، لیکن ماں کا ایسا لاڈلا کہ وہ اسے نظروں سے اوجھل نہ ھونے دیتی ۔ اس کی منگیتر شیاؤ مر چکی تھی ، لہذا ابھی تک کنوارا تھا ۔ ایک دن اس کے ماموں زاد بھائی وو نے جشن چراغاں میں چلنے کو کہا ۔ لیکن ابھی وہ گاؤں سے باھر نہ نکلنے پائے تھے کہ اس کے ماموں کا ایک نوکر وو کو بلا کر لے گیا ۔ اور وانگ اکیلا ھی میلے میں اٹھلاتی بھرتی لڑکیوں کے جھرمٹ دیکھتا خوش خوش گھومتا رھا ۔ چلتے پھرتے اس کی نظریں ایک لڑکی پر جا پڑیں ۔ اس نے ھاتھ میں آلوچے کے شگوفوں کی ڈالی تھام رکھی تھی اور ایک خادمہ مصاحبت میں تھی ۔ لڑکی واقعی بڑی من سوھنی تھی اور اس کی مسکراھٹ تو غضب ڈھا رھی تھی ۔ وانگ سب کچھ بھول بھال ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی مثل اسے گھورنے لگا ۔ یہاں تک کہ لڑکی نے پاس سے گزرتے ھوئے خادمہ سے کہا ، ”اس نوجوان کی آنکھوں میں شیطانی چمک ھے ! “ اس نے پھول زمین پر پھینک دیئے اور ھنستی بولتی آگے بڑھ گئی ۔

وانگ نے غیر ارادی طور پر پھول اٹھا لئے اور اداس اداس سا واپس چل پڑا ، گویا حواس کھو بیٹھا ہو ۔ گھر پہنچ کر اس نے پھول تکیے تلے چھپا دیئے اور بستر پر گر گیا ۔ اسے چپ سی لگ گئی اور بھوک پیاس بالکل جاتی رہی ۔ ماں نے گھبرا کر دعائیں مانگنی شروع کر دیں مگر دن بدن وانگ کی حالت غیر ہوتی چلی گئی ۔ کئی حکیموں نے بھی نسخے تجویز کئے لیکن سب بےسود ۔ اس کا ذہن ہر وقت بھٹکتا رہتا اور ماں کے کسی سوال کا جواب نہ دیتا ۔ وو اسے دیکھنے آیا تو پھوپھی نے کہا کہ وہ وانگ کی اس کیفیت کا راز دریافت کرے ۔ وو کو دیکھتے ھی وانگ کے آنسو بہہ نکلے ۔ وو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے وجہ پوچھی تو وانگ نے سب کچھ اگل دیا اور مدد کے لئے گڑگڑانے لگا ۔

”تم بھی نرے گودی ہو ! “ وو نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ، ”یہ تو کوئی مشکل کام نہیں ۔ میں پتا کروں گا ۔ تنہا باھر نکلنے والی لڑکی کسی معزز خاندان سے نہیں ہو سکتی ۔ اس کی کہیں سگائی نہیں ہو چکی تو بات پکی سمجھو ۔ اور ہو بھی چکی ہو تو دے دلا کر معاملہ طے کیا سکتا ہے ۔ تم اب جلدی جلدی ٹھیک ہو جاؤ ۔ ساری ذمہ‌داری مجھ پر چھوڑ دو ۔ “

وانگ کے چہرے پر رونق آ گئی ۔ وو نے پھوپھی کو ساری بات بتائی اور لڑکی کی تلاش میں نکل پڑا ۔ مگر کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی ۔ ماں تو خاصی دل شکستہ تھی ،

تاهم وانگ نے کھانا پینا شروع کر دیا تھا ۔ چند دن بعد وو دوبارہ آیا تو وانگ لڑکی کے متعلق پوچھنے لگا ۔

" ہم نے لڑکی کا کھوج لگا لیا ھے ۔ " وو نے اسے خوش کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا ، " بھلا سوچو تو کون ھے وہ ! میری منجھلی پھوپھی کی بیٹی ! اس ناتے سے وہ تمہاری بھی خالہ زاد ھوئی ۔ ابھی تک کہیں اس کی بات پکی نہیں ھوئی ۔ گو قریبی رشتے کی بنا پر تمہاری شادی میں کھنڈت پڑ سکتی ھے ، لیکن تم اسے حال دل بتاؤگے تو یقیناً راضی ھو جائے گی ۔ "

وانگ کا چہرہ کھل اٹھا اور اس کا اتا پتا پوچھنے لگا ۔

" وہ یہاں سے کوئی تیس لی دور جنوب مغربی پہاڑیوں میں رہتی ھے ۔ " وو نے ایک اور جھوٹ بولا ۔

وانگ نے جلد از جلد معاملت کے لئے منت سماجت کی تو وو وعدہ کرتا ھوا اٹھ کھڑا ھوا ۔ اب وانگ کی بھوک بہتر ھونے لگی اور چند ھی دنوں میں بھلا چنگا ھو گیا ۔ تکیے تلے رکھے پھول مرجھا چکے تھے لیکن پتیاں ھنوز سالم تھیں ۔ وہ پھول ھاتھوں میں لئے تصور جاناں میں بیٹھا رھتا ۔ وو کئی دن تک نہ پلٹا تو وانگ نے رقعہ بھیجا ، مگر وو نے حیلے بہانوں سے ٹال دیا ۔ وو کا رویہ دیکھ کر وانگ اس قدر خفا اور آزردہ ھوا کہ ماں ڈر گئی کہ کہیں اسے پھر سے دورہ نہ پڑ جائے ۔ وہ کسی تاخیر کے بغیر بیٹے کی شادی کر دینا چاھتی تھی ۔ لیکن جب بھی بات چھیڑتی ، وانگ انکار میں سر ھلا دیتا ۔ وو کی راہ دیکھتے دیکھتے

آنکھیں پتھرانے لگیں تو دفعتاً وانگ کے دل میں خیال آیا ، تیس لی کوئی پہاڑ سا فاصلہ تو نہیں کہ وہ دوسروں کا محتاج ہو کر رہ جائے ۔ اس نے سوکھے پھولوں کی پتیاں آستین میں چھپائیں اور کچھ کہے سنے بغیر باھر نکل گیا ۔

وہ تن تنہا جنوب مغرب کی سمت چل دیا اور لگ بھگ تیس لی کی مسافت کے بعد ایک تنگ سے راستے پر جا پہنچا جس کے دونوں طرف خنک ، سرسبز ، دلکشا پہاڑیاں تھیں مگر دور دور تک کسی ذی روح کا نشان نہ تھا ۔ چلتے چلتے نیچے وادی میں اسے ایک چھوٹے سے گؤں کی جھلک دکھائی دی جو درختوں میں قریب قریب چھپا ہوا تھا ۔ وہ گؤں کے قریب پہنچا تو سوائے کھپریل کی چند جھونبڑیوں کے ، ہر سو فطرت کا حسن بکھرا پڑا تھا ۔ شمالی دروازے کے باھر بید اور اندرونی سمت آڑو اور خوبانی کے درخت بہار دکھا رہے تھے ۔ کہیں کہیں بانس کے جھنڈ تھے جن میں پرندے نغمہ سرا تھے ۔ یہ کوئی نجی باغ تھا ، لہذا وانگ نے اندر جانے کی ہمت نہ کی ، اور دروازے کے باھر ایک ہموار ، صاف ستھرے پتھر بر بیٹھ گیا ۔ اچانک اندر سے کسی نے نسوانی آواز میں پکارا ، "شیاؤ ژونگ ! " آواز میں بالے پن کی کھنک تھی ۔ وانگ کے کان کھڑے ہو گئے ۔ اور اتنے میں ایک لڑکی سر جھکائے ، بالوں میں خوبانی کا پھول ٹانکتی قریب سے گزرنے لگی ۔ اس نے سر اٹھا کر نوجوان کو دیکھا تو اس کے ھاتھ رک گئے اور پھول سے کھیلتی ، مسکراتی ہوئی واپس لوٹ گئی ۔ یہ تو وھی میلے والی لڑکی

تھی ! وانگ پر بےخودی سی طاری ہو گئی ۔ مگر لڑکی سے تعارف کیونکر ہو ؟ خالہ کے بارے سبں پوچھنے سے گڑبڑ ہو سکتی تھی کیونکہ وہ کبھی خالہ سے ملا ہی نہ تھا ۔ کوئی اور وہاں تھا نہیں کہ پوچھ ہی لیتا ، لہذا بےچین سا ادھر ادھر ٹہلا کیا ، یہاں تک کہ دن ڈھلنے لگا ۔ لڑکی کو دوبارہ دیکھنے کی خواہش میں وہ بھوک پیاس تک بھول چکا تھا ۔ ادھر لڑکی بھی کسی کسی وقت جھانک لیتی ۔ اور شاید حیران ہو رہی تھی کہ وہ ابھی تک گیا کیوں نہیں ۔ آخر ایک بڑھیا لاٹھی ٹیکتی ہوئی باہر آ گئی ۔

” بیٹے ، تم کہاں سے آئے ہو ؟ “ اس نے پوچھا ، ” سنا کہ تم صبح سے یہاں بیٹھے ہو ۔ کس سے ملنا ہے ؟ تمہیں بھوک نہیں لگ رہی ؟ “

وانگ بعجلت اٹھا اور احتراماً جھکتے ہوئے جواب دیا ، ” میں یہاں ایک رشتہ‌دار سے ملنے آیا ہوں ۔ “ لیکن پھر یہی جواب بلند آواز سے دوہرانا پڑا کیونکہ بڑھیا بہری تھی ، اور جب اس نے رشتہ‌دار کا نام پوچھا تو وانگ بغلیں جھانکنے لگا ۔

” یہ کیا بات ہوئی ! “ بڑھیا نے ہنستے ہوئے کہا ، ” جس سے ملنے آئے ہو ، اس کا نام تک نہیں جانتے ۔ مجھے تو شک پڑتا ہے بہت زیادہ پڑھائی نے تمہارا دماغ مختل کر دیا ہے ۔ خیر آؤ ، جو روکھی سوکھی میسر ہے ، ہمارے ساتھ کھاؤ ۔ رات گزارنے کا ٹھکانا بھی ہو جائے گا ۔ صبح جا کر پہلے اپنے رشتہ‌دار کا نام پتا معلوم کرو ۔ “

بھوک پیاس سے بےچین اور حسینہ کی قربت کے مشتاق وانگ کے تو خوشی سے ہاتھ پاؤں بھول گئے ۔ وہ سفید پتھر کی سلوں سے بنی ہوئی پگڈنڈی پر چلنے لگے جس پر دورویہ درختوں سے گرنے والی قرمزی پتیاں بکھری پڑی تھیں ۔ پھر ایک اور دروازے سے گزر کر اندرونی احاطہ میں داخل ہوئے جو پھولوں سے لدی بیلوں والی جافریوں سے گھرا پڑا تھا ۔ بڑھیا اسے ایک کمرے میں لے گئی جس کی سفید دیواریں بےداغ تھیں اور جنگلی سیب کے پھولوں سے لدی شاخیں کھڑکیوں سے اندر تک آ گئی تھیں ۔ فرنیچر بھی صاف ستھرا تھا ۔ وانگ نے بیٹھتے سمے دیکھا کہ کوئی کھڑکی سے جھانک رہا تھا ۔ اتنے میں بڑھیا نے پکارا ، "شیاؤ ژونگ ، جلدی سے کھانا لے آؤ ! " اور باہر سے خادمہ نے جواب دیا ، "ابھی لائی مالکن ! " وانگ نے اپنا تعارف کرایا ۔

"تمہارے نانا کا نام وو تھا ؟ " بڑھیا نے پوچھا اور جب وانگ نے اثبات میں جواب دیا تو وہ حیرت آمیز لہجے میں بولی ، "تو تم میرے بھانجے ہو ! تمہاری ماں اور میں بہنیں ہیں ۔ پچھلے چند سال ہم پر کڑے گزرے ۔ گھر میں کوئی مرد نہ رہا تھا ، لہذا میں کبھی تمہیں دیکھ ہی نہ سکی ۔ "

"خالہ ، میں آپ ہی سے ملنے آیا تھا ، " وانگ نے جواب دیا ، "لیکن جانے کیسے نام ذہن سے اتر گیا ۔ "

"میرا نام چھین ہے ۔ بیٹا کوئی نہیں ۔ صرف ایک بیٹی ہے ۔ وہ ایک داشتہ کی کوکھ سے پیدا ہوئی تھی ۔

اس نے دوسری شادی کر لی تو بچی میرے پاس چھوڑ گئی - بڑی ذھین ھے ، مگر تعلیم واجبی سی ھی پا سکی - بےحد ھنس مکھ ھے ، پر اونچ نیچ کا خیال نہیں رکھتی - ابھی بلاتی ھوں کہ آ کر سلام تو کر جائے - "

اسی اثنا میں خادمہ کھانا لے آئی - بڑی خستہ مرغی تھی - اور بڑھیا اصرار کر کرکے کھلانے لگی - خادمہ برتن اٹھانے آئی تو بڑھیا نے لڑکی کو بلوا بھیجا - دم بھر میں دروازے پر ھنسی کا جھرنا سا پھوٹ نکلا ، اور بڑھیا نے پکار کر کہا ، " ینگ نینگ ! دیکھو تمہارا خالہ زاد بھائی آیا ھے ! " مگر ھنسی کی پھوار جاری رھی - اور خادمہ نے جب اسے اندر دھکیلا تب بھی وہ منہ پر ھاتھ رکھے ھنسی دبانے کی ناکام کوشش میں مصروف تھی -

" یہ کیا بدتمیزی ھے ؟ " بڑھیا نے غصے سے کہا ، " گھر میں مہمان آیا ھے اور تم کھی کھی کئے جا رھی ھو - " وانگ نے لڑکی کو سلام کیا تو وہ سپاٹ چہرہ لئے کھڑی رھی - اس کی ماں کہنے لگی ، " وانگ تمہاری خالہ کا بیٹا ھے - لیکن آج تک ملاقات ھی نہ ھو سکی - یہ بھی خوب رھی ! " وانگ نے لڑکی کی عمر پوچھی تو بڑھیا کے کچھ پلے نہ پڑا - وانگ نے دوبارہ بلند آواز سے پوچھا اور لڑکی ھنسی کے مارے لوٹ پوٹ ھو گئی -

" دیکھو تو کس قدر بیہودہ ھے یہ لڑکی ! سولہ سال کی ھونے جا رھی ھے لیکن عقل چھو کر نہیں گزری ! "

" مجھ سے صرف ایک سال چھوٹی ھوئی - " وانگ

زیر لب بولا ۔

" تو تم سترہ سال کے ہو چکے ہو ، " بڑھیا نے کہا ، "کیا تم گھوڑے کے سال پیدا ہوئے تھے ؟ * اں ؟ شادی ہو چکی ہے ؟ " وانگ نے نفی میں سر ہلایا ، تو بڑھیا بولی ، " ارے ! اتنے ذہین اور خوبصورت نوجوان کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی ! ینگ نینگ بھی ابھی کنواری ہے ۔ قرابت‌داری نہ ہوتی تو تم دونوں کی جوڑی خوب سجتی ۔ "

وانگ نے کوئی جواب نہ دیا ۔ وہ ٹکٹکی باندھے ینگ نینگ کو تکے جا رہا تھا ۔ خادمہ نے لڑکی سے سرگوشی کی ، " اس کی آنکھوں میں اب بھی وہی شیطانی چمک ہے ! " ینگ نینگ کے گلے سے پھر جھرنا پھوٹ نکلا اور بولی ، " شیاؤ ژونگ ، چلو چل کر دیکھیں آلوچے کی کلیاں کھلی ہیں یا نہیں ؟ " اس کے ساتھ ہی آستین سے چہرہ ڈھانپا اور اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر نکلتے ہی اس کا بھرپور قہقہہ فضا کو مرتعش کر گیا ۔

بڑھیا بھی اٹھ گئی اور خادمہ کو مہمان کے لئے بستر درست کرنے کا حکم دینے کے بعد وانگ سے مخاطب ہوئی ، " بیٹے ، آئے ہو تو اب چند دن یہیں رہو ۔ طبیعت گھبرائے تو پائیں باغ میں جا سکتے ہو ، یا پھر کتابیں بھی موجود ہیں ۔ "

---

* چین میں قمری دور بارہ سال کا اور ہر سال کی علامت کوئی نہ کوئی جانور ہوتا ہے ۔

اگلے روز وانگ عقبی حصے میں گیا تو وہاں کوئی آدھے مو * پر خوبصورت باغ پھیلا ہوا تھا ۔ پگڈنڈیوں پر پھولوں کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں اور دورویہ بیدمجنوں ھلکورے لے رہے تھے ۔ پھولوں اور درختوں میں گھری تین نشست گاھیں بنی ہوئی تھیں ۔ پھولوں کے تختوں کے درمیان سٹرگشت کرتے کرتے دفعتاً اسے ایک درخت پر کچھ سرسراھٹ سنائی دی اور سر اٹھا کر دیکھا تو ینگ نینگ اوپر چڑھی بیٹھی تھی ۔ وانگ کو دیکھتے ھی وہ پھر ھنسی سے لوٹ پوٹ ھو گئی ۔

"دیکھو ، گر نہ جانا !" وانگ نے چیخ کر کہا ۔

ینگ نینگ کھلکھلاتی ہوئی نیچے اترنے لگی ۔ ھنسی تھی کہ روکے نہیں رک رھی تھی ۔ اسی عالم میں اترتے اترتے پاؤں رپٹا اور وہ گر پڑی ۔ وانگ نے ھاتھ پکڑ کر اٹھایا تو ینگ نینگ نے ایک بار پھر پیٹ پکڑ لیا اور ھنسی سے بےحال ھو کر ایک درخت سے جا لگی ۔ وانگ نے آستین سے مرجھایا ہوا پھول نکال کر اس کی ھتھیلی پر رکھ دیا ۔

"یہ تو مرجھا چکا ،" وہ بولی ، "کاھے کو سنبھال رکھا ھے ؟"

"تم جشن چراغاں کے دن اسے پھینک آئی تھیں ۔"

وانگ نے محسوس کیا کہ وہ بات کی تہہ تک نہیں پہنچ پائی تو وضاحت کرتے ہوئے بولا ، "مطلب یہ ھے

---

* ایک مو ۱/۶ ایکڑ کے برابر ھوتا ھے ۔

کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں ۔ اور آج تک تمہیں بھلا نہیں سکا ۔ اس روز تمہیں دیکھنے کے بعد میں بیمار پڑ گیا اور تمہاری جدائی جان لیوا بن گئی ۔ مجھ پر دیا کرو ! "

" اتنے قریبی عزیز کے مقابلے میں اس پھول کی کیا وقعت ؟ " ینگ نینگ نے جواب دیا ، " جانے لگوگے تو بوڑھے باغبان سے کہوں گی ڈالی بھر پھول تمہارے ساتھ کر دے ۔ "

" تم بڑی ناسمجھ ہو ! " وانگ نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا ۔

" نا سمجھ کیسے ہو گئی ؟ "

" مجھے گل سے نہیں ، گل چیں لڑکی سے پیار ھے ۔ "

" یہ تو سیدھی سی بات ھے ، عزیزوں کو ایک دوسرے سے پیار کرنا ھی چاھیئے ۔ "

" میں عزیزوں کی نہیں ، میاں بیوی کے پیار کی بات کر رھا ھوں ۔ "

" اس میں فرق کیا ھوا ؟ "

" میاں بیوی رات کو ایک ھی بستر پر سوتے ھیں ۔ "

ینگ نینگ کچھ سوچتے ھوئے بولی ، " مجھے اجنبیوں کے ساتھ سونے کی عادت نہیں ۔ "

خادمہ کے آنے پر بات چیت یہیں موقوف ھو گئی اور وانگ عجلت میں وھاں سے پلٹ آیا ۔ لیکن تھوڑی ھی دیر گزری تھی کہ بڑھیا کے کمرے میں پھر دونوں کا آمنا سامنا ھو گیا ۔ بڑھیا نے پوچھا کہ دونوں کہاں تھے ۔

" باغ میں تھے ۔ " ینگ نینگ نے جواب دیا ۔

” کھانا اتنی دیر سے پڑا ٹھنڈا ہو رہا ہے ۔ کیا باتیں ہوتی رہیں ؟ “

” میرا خالہ زاد چاہتا ہے کہ میں اس کی ہم بستر بن جاؤں ۔ “

وانگ نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا مگر وہ خاموشی سے مسکراتی رہی ۔ خوش قسمتی سے جواب بڑھیا کے پلے نہ پڑا اور اس نے پھر وہی سوال کیا تو وانگ نے بات ٹال دی اور ینگ نینگ کو سرگوشیوں میں فہمائش کرنے لگا تو وہ بولی ، ” کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ؟ “

” یہ ہماری راز کی بات ہے ۔ “

” دوسروں کے لئے راز ہو تو ہو ، میں ماں سے پردہ ہرگز نہیں رکھ سکتی ۔ آخر ہر کوئی ہم بستر ہوتا ہے ۔ اس میں ڈر کاہے کا ؟ “

وانگ اس کی سادہ لوحی پر تلملا کر رہ گیا مگر سمجھانے کا کوئی طریقہ ذہن میں نہیں آ پا رہا تھا ۔ وہ کھانا کھا کر بیٹھے ہی تھے کہ گھر سے کچھ نوکر وانگ کو ڈھونڈتے ہوئے آ نکلے ۔ ساتھ میں دو گدھے بھی تھے ۔ ہوا یہ کہ ماں نے اسے غائب پایا تو فکرمند ہو گئی ۔ اس نے سارا گؤں چھان مارا اور جب کہیں کوئی کھوج نہ ملا تو بھتیجے سے پوچھا ۔ وہ بات کی تہہ تک پہنچ گیا اور انہیں جنوب مغربی پہاڑیوں میں تلاش کا مشورہ دیا ۔ اور نوکر مختلف بستیوں میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں تک آ پہنچے تھے ۔ وانگ نے نوکروں سے سارا قصہ سنا تو واپسی کی تیاری کرتے ہوئے

بڑھیا سے ینگ نینگ کو ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی ۔ بڑھیا کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا ۔

” میں تو عرصے سے تمہارے ہاں جانے کا سوچ رہی تھی لیکن بڑھاپے کے سبب سفر کی ہمت نہ ہوئی ۔ ضرور لے جاؤ ساتھ ۔ اپنی خالہ سے مل لے گی ۔ “ یہ کہتے ہوئے اس نے ینگ نینگ کو بلوایا تو وہ ہنستی ہوئی آ گئی ۔ ” اب کونسی دل لگی کی بات ہو گئی ؟ “ بڑھیا نے خفگی سے کہا ، ” تمہاری یہ ٹھی ٹھی کبھی بند بھی ہوگی ؟ ذرا سنجیدہ ہو جاؤ تو کوئی تمہیں اچھا بھی کہے ۔ تمہارا خالہ زاد تمہیں ساتھ لے جانا چاھتا ھے ۔ جاؤ ، جلدی سے تیار ہو جاؤ ۔ “ اس نے نوکروں کو کھانا وانا کھلایا اور پھر بیٹی کو نصیحت کرنے لگی ، ” خالہ تمہاری کفالت کر سکتی ھے ۔ وھاں رہ کر کچھ طور طریقے سیکھو تا کہ سگھڑ بہو بن کر سسرال جا سکو ۔ میں تمہاری خالہ کو پیغام بھجوا رہی ہوں کہ تمہارے لئے اچھا سا بر تلاش کرے ۔ “

اس کے بعد دونوں نے رخصت لی ۔ وانگ نے ایک پہاڑی چڑھتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو بڑھیا ابھی تک دروازے میں کھڑی انہیں جاتے دیکھ رہی تھی ۔ اور جب وہ ایک من موھنی سی لڑکی کے ہمراہ گھر میں داخل ھوا تو ماں حیرت سے ٹکر ٹکر تکنے لگی ۔ وانگ نے بتایا کہ وہ اس کی بھانجی ھے تو چمک کر بولی ، ” یہ سب وو کی کارستانی ھے ۔ میری تو کوئی بڑی بہن ھی نہیں ، بھانجی کہاں سے آ گئی ۔ “

اس نے لڑکی سے پوچھا تو وہ کہنے لگی ، "وہ میری سگی ماں نہیں ۔ میرے ابا کا نام چھین تھا ۔ میں بہت چھوٹی تھی کہ ابا چل بسے ۔ مجھے تو ان کی شکل بھی یاد نہیں ۔"

"یہ سچ ہے کہ میری بہن نے چھین نام کے ایک آدمی سے شادی کی تھی ، لیکن اسے مرے تو مدتیں بیت گئیں ۔"

ماں نے لڑکی سے بڑھیا کا ناک نقشہ پوچھا تو اس کا جواب سن کر بوکھلا اٹھی ۔ "ارے ، یہ تو بالکل میری بہن کا ناک نقشہ ہے ۔ مگر وہ دوبارہ کیسے زندہ ہوگئی ؟"

ابھی وہ اسی مخمصے میں پڑی تھی کہ وو آ گیا اور ینگ نینگ اوٹ میں چلی گئی ۔ یہ قصہ سن کر اس کا منہ بھی کھلے کا کھلا رہ گیا اور چند لمحوں بعد پوچھنے لگا ، "اس لڑکی کا نام ینگ نینگ تو نہیں ؟" وانگ نے اثبات میں جواب دیا تو بولا ، "ارے بھئی یہ تو واقعی انہونی بات ہو گئی ۔ اب اصل قصہ سنو ۔ پھوپھی کی موت کے بعد پھوپھا چھین پر ایک لومڑی پری کا سایہ ہو گیا اور وہ مر گئے ۔ لومڑی پری کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام ینگ نینگ رکھا گیا ۔ لومڑی پری مڑ مڑ کر آتی رہی ۔ آخر ہم نے ایک تاؤ راھب سے کہا ۔ اس نے کچھ جنتر منتر پھونکے اور لومڑی پری بچی سمیت غائب ہو گئی ۔ یہ شاید وھی لڑکی ہو !"

وہ قیاس آرائیوں میں لگے ہوئے تھے کہ کمرے سے ایک بار پھر قہقہے بلند ہونے لگے ۔ "کس قدر بےپروا لڑکی

ہے ! " وانگ کی ماں بولی ۔ وو نے ینگ نینگ سے ملاقات کی خواهش ظاہر کی اور وانگ کی ماں اسے بلانے اندر گئی تو وہ بدستور قہقہے لگا رہی تھی ۔ باہر آتے ہوئے یوں لگتا تھا گویا بمشکل ہنسی روک پا رہی ہو ۔ اور سلام کرتے ہی پھر لوٹ پوٹ ہو گئی ۔ یہ دیکھ کر گھر کی ساری عورتیں مسکرانے لگیں ۔ وو نے اصل حقیقت کا کھوج لگانے اور اس کے لئے مناسب بر ڈھونڈنے کی پیش کش کی لیکن جب وہ ینگ نینگ کے گؤں پہنچا تو وہاں پھولوں سے ڈھکی پہاڑیوں کے سوا کچھ نہ تھا ۔ سارے مکان غائب ہو چکے تھے ۔ اسے اتنا یاد تھا کہ پھوپھی کی قبر کہیں آس پاس ہی تھی ۔ تاہم وہ قبر بھی تلاش نہ کر سکا اور بےنیل و مرام لوٹ آیا ۔ وانگ کی ماں کو شک گزرا کہ ینگ نینگ کہیں کوئی چڑیل نہ ہو ۔ اس نے ینگ نینگ کو سب کچھ بتا دیا جو وو دیکھ کر آیا تھا ۔ لیکن اس نے کسی بات کا اثر نہ لیا اور حسب عادت خوش دلی سے قہقہے لگاتی رہی ۔ وہ ان کے لئے بالکل ایک معمہ تھی ۔ رات کو ایک لڑکی اس کے کمرے میں سوتی مگر اس نے کوئی غیر معمولی بات نہ دیکھی ۔ ینگ نینگ بلاناغہ صبح خالہ کو سلام کرنے جاتی ۔ وانگ کی ماں نے دیکھا کہ وہ کشیدہ کاری میں یکتا تھی ، مگر ہنسنا شروع کر دیتی تو پھر روکے نہ رکتی ۔ اس کی بےلگام ہنسی میں ایک عجیب سا سحر تھا اور کانوں کو بھلی لگتی تھی ۔ گھر کی ساری لڑکیاں اور عورتیں اسے پسند کرتی تھیں ۔

وانگ کی ماں نے شبھ گھڑی دیکھ کر شادی کا دن طے کر دیا ، حالانکہ اسے اب بھی شبہ تھا کہ وہ کوئی چڑیل تھی ۔ اس نے ینگ نینگ کو دھوپ میں چلتے پھرتے دیکھا اور اتنی تسلی کر لی کہ اس کا سایہ موجود تھا ۔ * شادی کے روز اسے تلواں جوڑا پہنایا گیا ، لیکن اس کی بےتحاشا ہنسی دیکھ کر کئی رسمیں چھوڑ دی گئیں ۔

ینگ نینگ کا الھڑپن دیکھ کر وانگ ڈرتا تھا کہیں وہ شب عروسی کی ساری واردات کا ڈھنڈورا نہ پیٹ دے ۔ لیکن یہ خدشہ بےبنیاد ثابت ہوا ۔ ساس کبھی پریشان یا غصے میں ہوتی تو ینگ نینگ کا ایک قہقہہ اس کے لبوں پر مسکراہٹیں بکھیر دیتا ۔ چنانچہ اب یہ ہونے لگا کہ جونہی کسی خادمہ سے کوئی غلطی ہوتی یا ڈانٹ پھٹکار کا موقع آتا ، وہ ینگ نینگ کی آڑ لے لیتی ۔

ینگ نینگ کو پھولوں سے والہانہ پیار تھا ۔ اس نے پھولوں کے نایاب قسموں کے بیج اور پودے حاصل کرنے کی خاطر چوری چھپے اپنے زیور تک گروی رکھ دیئے ۔ اور چند مہینوں میں گھر کا صحن رنگ برنگے پھولوں سے بھر گیا ۔ عقبی دیوار پر بیلیں بھیلتی پھیلتی پڑوسیوں کے صحن تک چلی گئی تھیں ۔ ینگ نینگ ساس کی گھرکیوں کے باوجود دیوار پر جا چڑھتی اور جوڑے میں لگانے کے لئے پھول چننے لگتی ۔ ایک دن پڑوسی کے لڑکے کی نظر اس پر پڑ گئی اور وہ حیرت سے منہ پھاڑے دیکھنے لگا ۔ ادھر ینگ نینگ

* روایت کے مطابق بدروح یا چڑیل کا سایہ نہیں ہوتا ۔

جلدی سے اوٹ میں ہونے کی بجائے کھلکھلا کر ہنس دی ، تو لڑکے نے جانا کہ معرکہ مار لیا اور شیر ہو گیا ۔ ینگ نینگ نے اس کی کیفیت دیکھ کر دیوار کے دامن کی طرف اشارہ کیا اور دھیرے سے ہنستی ہوئی نیچے اتر آئی ۔ لڑکے کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے اور سمجھا کہ ینگ نینگ نے ملاقات کی جگہ بتائی تھی ۔ رات اترتے ہی وہ دیوار تلے آ گیا جہاں ینگ نینگ انتظار میں کھڑی تھی ۔ لیکن جونہی اس نے ینگ نینگ کو بازوؤں میں بھرا ، سینے میں ایسی ٹیس اٹھی کہ چیختا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا ۔ اور پھر نظریں اٹھا کر دیکھا تو دیوار کے پاس کسی لڑکی کا نام و نشان تک نہ تھا ، محض ایک سوکھے درخت کا ٹھنٹھ پڑا تھا جو بارشوں سے گل سڑ چکا تھا ۔ چیخ سن کر اس کا باپ دوڑا دوڑا باہر آیا تو لڑکا بری طرح کراہ رہا تھا ۔ بوڑھے کو کچھ کچھ اندازہ ہو چلا تھا ۔ اس نے جا کر بیوی کو جگایا ۔ دونوں چراغ لے کر باہر آئے ۔ بوڑھے نے کھوکھلے ٹھنٹھ میں جھانکا تو وہاں کیکڑے جتنا بڑا بچھو بیٹھا تھا ۔ اس نے بچھو کو مار دیا اور لڑکے کو لے کر اندر آ گئے ، لیکن وہ اسی رات مر گیا ۔ بوڑھے نے اگلے روز وانگ پر نالش کر دی کہ اس کی بیوی جادوگرنی تھی ۔ تاہم مجسٹریٹ نے جو وانگ کی ذھانت کا مداح اور اسے ایک معزز شہری کی حیثیت سے جانتا تھا ، دعوے کو لغو قرار دے کر خارج کر دیا ۔ وہ تو وڑھے کو کوڑے بھی لگوانے پر تلا ہوا تھا

لیکن وانگ کے کہنے سننے پر معاف دیتے ہوئے رہا کر دیا ۔

ادھر ساس ینگ نینگ کو ڈپٹنے لگی ، " دیکھا ، تمہاری سرکشی کیسی افتاد لے کر آئی ! مجھے پہلے ہی ڈر تھا ۔ خوش قسمتی سمجھو کہ مجسٹریٹ عقلمند نکلا ۔ کوئی سخت گیر افسر ہوتا تو تمہیں عدالت میں گھسیٹتا پھرتا اور لوگوں کے سامنے جرح کرتا ۔ اور اس کے بعد میرا بیٹا سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہ رہتا ! "

ینگ نینگ کے چہرے پر رنج کا سایہ سا لہرا گیا اور اس نے وعدہ کر لیا کہ آئندہ کبھی نہیں ہنسے گی ۔

" میں ہنسنے سے منع نہیں کرتی ، مگر کوئی حد بھی ہونی چاہیئے ۔ " ساس نے کہا ۔

بہرحال ، اس کے بعد کوئی کوشش بھی کرتا تو ینگ نینگ ہنس کے نہ دیتی ۔ یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ اداس نظر آتی تھی ۔ لہذا ایک شب اس نے جو رونا شروع کر دیا تو وانگ کو سخت تعجب ہوا ۔

" جب ہماری شادی ہوئی تو میں نے اس ڈر سے حقیقت چھپائے رکھی کہ تمہیں صدمہ پہنچے گا ۔ " وہ سسکیاں لیتے ہوئے کہنے لگی ، " اب میں جانتی ہوں کہ اماں اور تم دونوں ہی مجھے چاہتے ہو ، اس لئے راز افشائی میں ہرج نہیں سمجھتی ۔ میں لومڑی پری کی بیٹی ہوں ۔ وہ جاتے جاتے مجھے ایک بھوتنی ماں کے حوالے کر گئی اور دس سال سے زیادہ عرصے تک اسی نے میری دیکھ بھال کی ۔ میرا

کوئی بھائی نہ تھا ، اس لئے سوائے تمہارے کسی اور در کا رخ بھی نہیں کر سکتی تھی - میری بھوتنی ماں کی قبر ایک اجاڑ پہاڑی کے دامن میں ہے اور کوئی اسے اس کے پیار کے پہلو میں دفن کرنے والا نہیں - اس کی روح کس قدر دکھی ہوگی ! تم اگر دیا سے کام لو تو اس کی بےچین روح کو سکون مل جائےگا کہ بیٹی اسے بھولی نہیں - "

وانگ نے فوراً ھامی بھر لی - اسے صرف یہ ڈر تھا کہ جھاڑیوں میں شاید قبر کا سراغ ھی نہ مل سکے - لیکن ینگ نینگ نے یقین دلایا کہ قبر کا پتا چل جائےگا - چند دن بعد میاں بیوی تابوت لے کر روانہ ھو گئے - ینگ نینگ نے قبر کا نشان بتایا اور کھودنے پر میت صحیح سلامت مل گئی - ینگ ننگ ماں کی میت پر پھوٹ پھوٹ کر روئی اور پھر انھوں نے میت لا کر چھین کنبے کے قبرستان میں دفن کر دی - اسی رات بڑھیا وانگ کے خواب میں آئی اور اس کا شکریہ ادا کیا - صبح وانگ نے ینگ نینگ کو خواب سنایا تو اس نے جواب دیا ، " ھاں ، وہ رات مجھے ملی تھی ، لیکن تمھیں جگانے سے منع کر دیا - " وانگ اظہار افسوس کرنے لگا تو وہ بولی ، " روح دیر تک نہیں ٹھہر سکتی تھی - لمبا جیون اس کے لئے نقصان‌دہ ھو سکتا تھا - " وانگ نے شیاؤ ژونگ کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا ، " وہ بھی ایک لومڑی پری تھی اور بڑی ھوشیار تھی - ماں اسے میری دیکھ بھال کے لئے چھوڑ گئی تھی - میں اس کی ھمیشہ

احسان مند رهوں گی ۔ کل ماں نے بتایا کہ اس کی بھی شادی هو گئی هے ۔"

اس کے بعد میاں بیوی نے ریت بنا لی کہ هر سال روحوں کے تہوار * پر قبرستان جا کر ماں کے لئے دعا کرتے ۔ ایک سال بعد ینگ نینگ کے هاں بیٹا پیدا هوا ۔ وہ ابھی پالنے هی میں تھا کہ ماں کی طرح قہقہے لگانا سیکھ گیا ۔ وہ اجنبی چہروں سے بالکل نہیں گھبراتا تھا ۔

داستان گو لکھتا هے : احمقوں کی طرح قہقہے لگانا ، بےحسی کی علامت هو سکتی هے ، اور دیوار والی ظالمانہ چال سے سخت مکاری جھلکتی هے ۔ لیکن بھوتنی ماں کے لئے ینگ نینگ کی گریہ و زاری یہ غمازی کرتی هے کہ اس کی ٹھٹھول بازی محض ایک آڑ تھی ۔ میں نے سنا هے ، پہاڑوں میں ایک بوٹی هوتی هے جسے " خنداں گھاس " کہتے هیں ۔ اس بوٹی کی خوشبو لوگوں کو بےاختیار قہقہے لگانے پر اکساتی هے ۔ گھر میں اس قسم کا ایک پودا خوبصورت سے خوبصورت پھول کو بھی مات کر کے رکھ دے گا ۔ حتیٰ کہ " گل خوش طبع " ** بھی ، جو میرے خیال میں مبالغہ آرائی هے ، اس کا پاسنگ نہیں هو سکتا ۔

---

* اپریل کے پہلے هفتے میں ، اس تہوار کے دن لوگ اپنے اجداد اور عزیزوں کی قبروں کی مرمت اور صفائی وغیرہ کرتے هیں ۔

** تھانگ شہنشاہ مینگ هوانگ اپنی منظور نظر یانگ کو کنول سے تشبیہ دیتا تھا اور اسے "گل خوش طبع " کہہ کر پکارتا تھا ۔

هونگ یوی

کوانگ پھینگ میں ایک بوڑھا اپنے بیٹے کے ساتھ رہتا تھا ۔ بوڑھے کا نام فنگ اور بیٹے کا شیانگ ژو تھا ۔ باپ بیٹا دونوں ہی اول درجے کے عالم تھے ۔ بوڑھا ساٹھ سال کا ہونے جا رہا تھا ۔ وہ ایک ایماندار شخص تھا لہذا مفلسی ہمیشہ کنبے کا اوڑھنا بچھونا بنی رہی ۔ چند برسوں کے وقفے سے اس کی بیوی اور بہو عدم کو سدھار گئیں ، لہذا اب گھرداری کا بھاڑ بھی وہ خود ہی جھونکتے تھے ۔

ایک شب شیانگ ژو چاندنی کا لطف لے رہا تھا کہ پڑوس کی دیوار سے کسی لڑکی کو جھانکتے دیکھا ۔ لڑکی حسین تھی اور جب وہ اس کی طرف بڑھا تو مسکرانے لگی ۔ شیانگ ژو نے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا مگر وہ قریب آئی نہ پیچھے ہی ہٹی ۔ آخر بہت اصرار کے بعد سیڑھی سے نیچے اتر آئی اور دونوں شیانگ ژو کے کمرے میں جا بیٹھے ۔

شیانگ ژو نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے تو کہنے لگی ، ”میرا نام ہونگ یوی ہے اور آپ کے پڑوسی کی بیٹی ہوں ۔“

شیانگ ژو نے جو پہلی ہی نظر میں گھائل ہو چکا تھا ، نسبت کی تجویز پیش کی تو وہ فوراً راضی ہو گئی ۔

اب وہ ہر شام چلی آتی اور یہ سلسلہ کوئی چھ ماہ تک جاری رہا ۔ ایک رات اچانک فنگ کی آنکھ کھل گئی تو بیٹے کے کمرے سے ہنسی اور باتوں کی آوازیں سنائی دیں ۔ اس نے کھڑکی سے جھانکا تو ایک لڑکی کو دیکھ کر آ گ بگولا ہو گیا اور بیٹے کو باہر بلا کر جھاڑ پلانے لگا ، " نالائق ! خوب گلچھرے اڑا رہے ہو ! ہم غریب اور بے سہارا ہیں ، مگر تم ہو کہ پڑھائی کی بجائے ان بیہودہ حرکتوں میں الجھے ہوئے ہو ۔ یہی لچھن رہے تو لوگ بھد اڑائیں گے ۔ اور راز رہ بھی گیا تو عمر کم ہو کر رہ جائے گی ! " *

یہ سنتے ہی شیانگ ژو دوزانو ہو گیا ۔ اپنی غلطی تسلیم کی اور پرنم آنکھوں سے اظہار ندامت کرنے لگا ۔

تب بوڑھا لڑکی سے مخاطب ہوا اور ڈانٹ پھٹکار کرنے لگا ، " لڑکی پاکدامن نہ رہے تو اپنی ہی نہیں ، دوسروں کی بھی ذلت کا باعث بن جاتی ہے ۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں تو تمہارے ساتھ ساتھ ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے ! " یہ کہہ کر وہ جھلایا ہوا لوٹ گیا ۔

لڑکی روتی ہوئی شیانگ ژو سے کہنے لگی ، " تمہارے والد کی لعن طعن سے میری سخت سبکی اور بےعزتی ہوئی ہے ۔ آج سے ہمارا ناتا ختم ! "

---

* یہاں مطلب یہ ہے کہ یم راج تمہیں سزا دے گا اور عرصۂ حیات کم کر دے گا ۔

”والد کے جیتے جی میں من مرضی نہیں کر سکتا ۔“ شیانگ ژو نے جواب دیا ، ”میرے پیار کی خاطر تمہیں ندامت کا یہ کڑوا گھونٹ حلق سے اتارنا ہوگا ۔“

لیکن لڑکی نے صاف انکار کر دیا اور شیانگ ژو کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے ۔

”تم سے ناتا جوڑنے کے لئے ہم نے نہ تو اپنے ماں باپ سے رضامندی لی تھی اور نہ کوئی مشاطہ بیچ میں بڑی تھی ۔“ ہونگ یوی نے اسے دلاسا دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ، ”ہماری یہ چوری چھپے کی ملاقاتیں زیادہ دن جاری نہ رہ سکیں گی ۔ میں نے تمہارے لئے ایک بڑی اچھی بیوی تلاش کر لی ہے ۔ سگائی کے لئے کچھ تحفے خریدو اور وہاں چلے جاؤ ۔“

شیانگ ژو نے اپنی مفلسی کا رونا رویا تو ہونگ یوی نے جواب دیا ، ”تم کل شام تک میرا انتظار کرو ۔ میں کوئی نہ کوئی اپائے ڈھونڈ نکالوں گی ۔“

اگلے روز شام کو وہ وعدے کے مطابق آ گئی اور شیانگ ژو کو چالیس اونس چاندی دیتے ہوئے کہنے لگی ، ”یہاں سے بیس میل کی مسافت پر وو چھون گؤں میں ایک کنبہ رہتا ہے جس کا خاندانی نام وی ہے ۔ ان کی لڑکی اٹھارہ سال کی ہو چکی ہے ۔ ابھی تک کہیں اس کی بات پکی نہیں ہو سکی کیونکہ اس کے ماں باپ موٹی رقم کا تقاضا کر رہے ہیں ۔ تم جا کر انہیں پیشکش کرو تو یقیناً راضی ہو جائیں گے ۔“ اس کے بعد وہ شیانگ ژو کو خداحافظ کہہ کر چلی گئی ۔

شیانگ ژو نے موقع پا کر باپ کو رشتے کے متعلق بتایا اور وهاں جانے کی خواهش ظاهر کی ۔ تاهم هونگ یوی کی دی هوئی چاندی کا ذکر گول کر گیا ۔ فنگ نے سوچا که ان کی مفلسی دیکھ کر وه لوگ رشته دینے پر قطعاً تیار نه هوں گے اور بیٹے کو اونچ نیچ سمجھانے لگا ۔ شیانگ ژو نے بڑے سلیقے سے کہا ، " ابا ، کوشش کر لینے میں کیا هرج هے ؟ " اور فنگ نے هتھیار ڈال دیئے ۔

شیانگ ژو نے ایک واقف‌کار سے گھوڑا اور خادم مستعار لئے اور هونگ یوی کے بتائے هوئے پتے پر روانه هو گیا ۔ وی ایک کسان کنبه تھا ۔ شبانگ ژو نے لڑکی کے باپ کو باهر بلایا اور مدعا بیان کر دیا ۔ وی نے شبانگ ژو کا رکھ رکھاؤ دیکھا اور جب یه سنا که وه ایک ممتاز گھرانے سے تعلق رکھتا هے تو دل میں هامی بھر لی ، مگر ڈر بھی رها تھا که شاید وه رقم دینے میں فراخدلی کا مظاهره نه کرے ۔ شیانگ ژو نے وی کی هچکچاهٹ دیکھ کر بٹوا میز پر الٹ دیا ۔ وی اتنی موٹی رقم دیکھ کر کھل اٹھا اور فوراً ایک پڑوسی کو بلا کر سرخ کاغذ پر نکاح‌نامه لکھوا دیا ۔ اس کے بعد شیانگ ژو اپنی ساس کو آداب کہنے اندر گیا تو دیکھا که لڑکی بھی ماں کے پیچھے گٹھری بنی بیٹھی تھی ۔ لڑکی کا لباس بوسیده مگر نقوش دلکش تھے ۔ شیانگ ژو مطمئن هو گیا ۔ وی نے پڑوس کے ایک مکان میں داماد کی خاطر تواضع کا اهتمام کیا اور کہنے لگا ، " ڈولی لینے کے لئے تمہیں آنے کی ضرورت نہیں ، جہیز تیار هوتے هی هم خود

اسے سسرال پہنچا دیں گے ۔ “

شیانگ ژو ڈولی کی روانگی کا دن طے کر کے گھر لوٹا اور دوروغ مصلحت آمیز کے تحت باپ سے کہا ، ” وی کنبے نے ہمارے دیانتدار عالم کنبے سے ناتا جوڑنے کو اعزاز جانا اور پیسے کی کوئی پروا نہیں کی ۔ “ بوڑھا فنگ یہ خوشخبری سن کر باغ باغ ہو گیا ۔

مقررہ دن دلھن آ گئی ۔ وہ بڑی جفاکش اور گھرداری میں طاق نکلی ۔ یوں بھی وہ بےحد فرمانبردار تھی ، لہذا زندگی ہنسی خوشی گزرنے لگی ۔ دو سال بعد اس کے ھاں بیٹا ھوا جس کا نام فو ار رکھا گیا ۔

ایک بار روحوں کے تہوار پر وہ بچے کو گود میں لئے اجداد کے قبرستان جا رہی تھی کہ مقامی کھڑپینچ سونگ اس پر لٹو ہو گیا ۔ سونگ کو رشوت ستانی کے الزام میں محتسب کے عہدے سے برطرف کیا جا چکا تھا لیکن اب بھی لوگوں پر وحشیانہ تشدد کرتا تھا ۔ اس نے اتاپتا معلوم کیا اور سوچا کہ شیانگ ژو کو کچھ دے دلا کر لڑکی قابو میں کی جا سکتی ھے ۔ اس نے شیانگ ژو کو ایک مفلس عالم سمجھ کر معاملہ طے کرنے کے لئے ایک نوکر کو بھیجا ۔

شیانگ ژو کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو وہ تلملا اٹھا ، مگر سونگ سے ٹکر لینے کے عواقب سے بھی بخوبی واقف تھا ۔ وہ اپنا غصہ دباتے ہوئے مسکراتا رہا ۔ لیکن فنگ کو پتا چلا تو اس کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں اور سونگ کو ایسی کھری کھری سنائیں کہ نوکر خوفزدہ چوہے کی طرح

دم دبا کر بھاگ نکلا ۔

ادھر سونگ یہ قصہ سنتے ھی قہر سے باؤلا ھو گیا ۔ اور کئی غنڈوں کو فنگ کے ھاں بھیج دیا ۔ غنڈوں نے باپ بیٹے کو مار مار کر ادھ سوا کر دیا اور بری طرح توڑ پھوڑ شروع کر دی ۔ شیانگ ژو کی بیوی نے یہ ھنگمہ دیکھا تو بچے کو مسہری پر چھوڑا ، بال بکھرا کر مدد کے لئے واویلا کرنے لگی مگر غنڈے اسے اٹھا کر لے گئے ۔ باپ بیٹے کو سخت چوٹیں آئی تھیں اور فرش پر پڑے کراہ رھے تھے ۔ ادھر بچہ چلائے جا رھا تھا ۔ اسی اثنا میں چند ایک پڑوسی آ گئے اور انہیں اٹھا کر بستروں پر لٹا دیا ۔

اگلے روز شیانگ ژو تو چھڑی کے سہارے چلنے پھرنے کے قابل ھو گیا ، لیکن فنگ بستر سے لگ گیا ۔ وہ خون تھوکنے لگا اور چند ھی دنوں میں دم مسافر ھو گیا ۔

شیانگ ژو اس سانحے پر بلک بلک کر رویا اور پھر بچے کو گود میں اٹھائے دادرسی کے لئے صوبائی گورنر کے دفتر جا پہنچا ۔ لیکن بار بار کوشش کے باوجود کوئی شنوائی نہ ھوئی ۔ اسی دوران یہ خبر ملی کہ بیوی نے عزت بچانے کی خاطر خودکشی کر لی ، تو اس کا دکھ سوا ھو گیا ۔ اس کا سینہ غم و غصے سے شق ھو رھا تھا ، لیکن اپائے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دیتا تھا ۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ سر عام سونگ کے سینے میں خنجر گھونپ دے ، مگر پھر یہ خیال آ گیا کہ سونگ کے ساتھ ھر وقت کئی محافظ رھتے تھے اور وہ یہ کام کر بھی گزرا تو بچے کا کیا بنے گا ؟

آتش انتقام اسے رات رات بھر پلک نہ جھپکنے دیتی تھی ۔
ایک دن ایک اجنبی اس سے ملنے آ گیا ۔ اس کے چہرے پر گھنی داڑھی اور دھانہ کشادہ تھا ۔ شیانگ ژو نے اسے عزت سے بٹھایا اور آمد کا مقصد پوچھنے کو منہ کھولا تھا کہ اجنبی خود ھی بول اٹھا ، "تمہارے والد کو مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا اور بیوی اغوا کر لی گئی تھی ۔ کیا ان کا انتقام نہیں لوگے ؟ " شیانگ ژو ، اس خیال سے کہ وہ سونگ کنبے کا جاسوس نہ ھو ، جواب دینے سے ھچکچا رہا تھا کہ اجنبی کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں اور اٹھتے ھوئے بولا ، "میں تمہیں دلیر انسان سمجھتا تھا لیکن تم تو بالکل بودے نکلے ! "
شیانگ ژو جان گیا کہ وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا ۔ اس نے گھٹنوں کے بل جھک کر اسے روک لیا اور معذرت آمیز لہجے میں کہنے لگا ، "معافی چاھتا ھوں ۔ میرے دل میں شائبہ گزرا تھا کہ آپ کہیں سونگ کے فرستادہ نہ ھوں ۔ سچ پوچھیں تو میری آتش انتقام کو ھوا ھی ملی ھے لیکن اس بچے کی وجہ سے بےبس ھوں ۔ اور یہ ڈر بھی آڑے آ رہا ھے کہ میرے خاندان کا نام و نشان مٹ جائے گا ۔ آپ نیک طینت انسان لگتے ھیں ۔ میرے بچے کو لے کر کہیں چلے جائیں ! "
"نہیں ، " اجنبی نے جواب دیا ، "یہ عورتوں کا کام ھے ۔ تم جو رائے مجھے دے رہے ھو ، اس پر خود عمل کرو ۔ میں اپنی راہ چلوں گا ۔ "

شیانگ ژو سر پٹخنے لگا لیکن اجنبی نے کوئی دھیان نہ دیا اور باہر کو چل دیا ۔ شیانگ ژو نے اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے نام پوچھا تو اس نے جواب دیا ، ”میں ناکام ہو گیا ، تو الزام یقیناً مجھ پر ہی آئے گا ۔ اور کامیابی کی صورت میں تمہارے شکریئے کا محتاج نہیں ہوں گا ۔“

شیانگ ژو نے پکڑ دھکڑ کے ڈر سے بچے کو گود میں لیا اور شہر چھوڑ گیا ۔

رات کو سونگ کنبے کے سارے لوگ سو رہے تھے کہ کوئی دیوار پھاند کر اندر گھسا اور سونگ ، اس کے دو بیٹوں ، ایک بہو اور ایک خادمہ کو خون میں نہلا دیا ۔

صبح سونگ کنبے نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا تو مجسٹریٹ بوکھلا اٹھا ۔ سونگ کنبے نے شیانگ ژو کو قاتل ٹھہرایا تھا لہٰذا اس کی گرفتاری کے لئے کارندے بھیجے گئے ۔ جب شہر میں اس کا کوئی سراغ نہ ملا تو مجسٹریٹ کو یقین ہو گیا کہ قاتل وہی تھا ۔ شہر سے باہر چاروں طرف کارندے دوڑائے گئے تو سونگ کے نوکر چاکر بھی تلاش میں شامل ہو گئے ۔ اسی شب جنوبی پہاڑی پر کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دی اور آواز کی سمت چلتے چلتے وہ لوگ شیانگ ژو تک جا پہنچے اور مشکیں کس کر واپس لے آئے ۔ بچہ اور زور زور سے رونے لگا تو کارندوں نے اسے شیانگ ژو سے چھین کر سڑک کے کنارے ڈال دیا ۔ شیانگ ژو کو یوں محسوس ہوا جیسے بےبسی میں دم گھٹ کے رہ جائے گا ۔

شیانگ ژو کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے سوال کیا ، " تم نے ان لوگوں کو قتل کیوں کیا ؟ "

" میں بے گناہ ہوں ۔ " شیانگ ژو نے جواب دیا ، " یہ لوگ رات کو قتل ہوئے ، جب کہ میں دن میں ہی شہر سے چلا گیا تھا ۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ میں روتے ہوئے بچے کو گود میں لئے دیوار پھاندتا اور ان لوگوں کو قتل کرتا ؟ "

" قتل تم نے نہیں کیا تو شہر سے بھاگے کیوں تھے ؟ " مجسٹریٹ نے جرح کی ۔

اس پر شیانگ ژو کو چپ لگ گئی اور وہ اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکا ۔ مجسٹریٹ نے اسے بندی خانے میں لے جانے کا حکم دیا تو وہ آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے بولا ، " مجھے اپنی موت کا تو کوئی غم نہیں ، مگر میرے معصوم بچے نے کیا بگاڑا تھا جو اسے غیر انسانی سزا دی گئی ؟ "

مجسٹریٹ نے جواب دیا ، " تم نے دوسرے لوگوں کے بیٹوں کو قتل کیا ، اب اگر تمہارا بیٹا مارا جاتا ہے تو دہائی کیوں دے رہے ہو ؟ "

اس کے بعد شیانگ ژو کو سند علم * سے محروم کر کے پابہ‌جولاں کر دیا گیا ۔ اسے سخت اذیتیں دی گئیں لیکن اس نے اقبال جرم نہ کیا ۔

---

* قدیم چین میں جب کسی عالم کا جرم ثابت ہو جاتا تھا تو پہلے محکمہ ادبیات کا سربراہ اسے سند علم سے محروم کرتا تھا اور پھر زنجیروں میں جکڑ کر عقوبت خانے لے جاتے تھے ۔

اس رات مجسٹریٹ بستر پر لیٹا ہی تھا کہ کوئی چیز خوفناک دھماکے کے ساتھ پلنگ سے آ ٹکرائی اور وہ دهشت زدہ ہو کر چیخنے لگا ۔ گھر کے سب لوگ اکٹھے ہو گئے اور موم بتی جلا کر دیکھا تو ایک تیزدھار چمکدار خنجر پلنگ کی پٹی میں گڑا ہوا پایا ۔ انہوں نے خنجر نکالنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے ۔ مجسٹریٹ نے بدحواسی کے عالم میں نیزہ ہاتھ میں لئے گھر کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن حملہ آور کا کوئی سراغ نہ ملا ۔

مجسٹریٹ کو تفکرات نے آ گھیرا اور سوچنے لگا کہ سونگ اور اس کے بیٹے تو قتل ہو چکے ہیں لہذا کنبے سے ڈرنے کی کوئی تک نہیں ۔ اگلے روز اس نے اعلیٰ حکام کو رپورٹ دی کہ شیانگ ژو کو بری کر دیا جائے ۔

شیانگ ژو رہا ہو کر گھر آیا تو در و دیوار سے ویرانی ٹپک رہی تھی ۔ چولہے میں آگ نہ گھڑے میں پانی ۔ بس ایک سایہ تھا جو اب بھی ساتھ تھا ۔ پڑوسی ازرہ ترحم کھانے کو کچھ بھیج دیتے تو زہر مار کر لیتا ۔ باپ اور بیوی کے قاتل بالآخر کیفرکردار کو پہنچ چکے تھے ، یہ سوچ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگتی ، لیکن جب یہ خیال آتا کہ گردش زمانہ کے ہاتھوں اس کے خاندان کا نام تک مٹنے کو آ گیا تو پھوٹ پھوٹ کر رو دیتا ۔ ان افتادوں کا ایک سبب اس کی مفلسی بھی تھی ۔

کوئی چھ مہینے اسی طرح گزر گئے اور آخر قاتل کی تلاش ترک کر دی گئی ۔ شیانگ ژو نے مجسٹریٹ سے

درخواست کرکے بیوی کی لاش واپس لی اور تجہیز و تکفین
کے بعد گھر لوٹا تو اس قدر آزردہ تھا کہ خود کشی کرنے
پر تل گیا ۔ رات وہ بستر پر لیٹا بےچینی سے کروٹیں بدل رہا
تھا کہ دفعتاً دروازے پر دستک سنائی دی اور ساتھ ھی
ایسی آوازیں آنے لگیں گویا کوئی عورت بچے سے باتیں
کر رہی ہو ۔ اس نے لپک کر جھری سے جھانکا تو ایک
نوجوان عورت دکھائی دی ۔ اور اس کے دروازہ کھولتے
ہی کہنے لگی ، "تمہیں مجرم قرار دے دیا گیا تھا ، مگر
تمہاری بے گناہی رنگ لائی اور اس افتاد سے بچ نکلے ۔"

شیانگ ژو کو آواز کچھ مانوس سی لگی ۔ اس نے موم‌بتی
جلائی تو سامنے ہونگ یوی ایک مسکراتے ہوئے بچے
کو لئے کھڑی تھی ! وہ بچے کو مطلق نظرانداز کرکے
ہونگ یوی سے لپٹ کر اس طرح دھاڑیں مارنے لگا کہ اس
کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں ۔ ہونگ یوی بچے کو آگے
کرتے ہوئے بولی ، "تم اپنے باپ کو بھول گئے ؟"

بچہ ہونگ یوی کا لبادہ تھامے ، اشتیاق بھری دمکتی
نظروں سے شیانگ ژو کو دیکھنے لگا ۔ شیانگ ژو اپنے بیٹے
فو ار کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا اور ہونگ یوی سے پوچھا ،
"یہ تمہیں کہاں مل گیا ؟"

"اب تمہیں سچی بات بتا دوں ،" ہونگ یوی نے
جواب دیا ، "میں نے جو کہا کہ تمہاری پڑوسی کی بیٹی
ہوں تو وہ سب جھوٹ تھا ۔ میں درحقیقت لومڑی ہوں ۔
ایک رات میں نے وادی میں بچے کے رونے کی آواز سنی تو

اٹھا کر شینشی لے گئی اور وهیں اس کی پرورش کی ۔ اب تمہاری افتاد ٹلنے کا سنا تو امانت لوٹانے چلی آئی ۔ "

شیانگ ژو نے آنسو پونچھتے هوئے دوبارہ اس کا شکریه ادا کیا ، تاهم لڑکا هونگ یوی سے چپکا کھڑا رها گویا وہ اس کی سگی ماں تھی ۔ اس نے باپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نه دیکھا ۔

پو پھٹنے سے پہلے هی هونگ یوی اٹھ کھڑی هوئی ۔ شیانگ ژو نے سبب پوچھا تو بولی ، " اب مجھے چل دینا چاهیئے ۔ "

شیانگ ژو اس کے سامنے دوزانو هو گیا اور رونے لگا ۔

هونگ یوی مسکراتے هوئے بولی ، " میں تو مذاق کر رهی تھی ۔ هم نے نیا کنبه آباد کیا هے ۔ مناسب یہی هوگا که هم سویرے جلدی اٹھیں اور رات کو دیر سے سوئیں ۔ "

هونگ یوی نے مردوں کی طرح مشقت شروع کر دی ۔ شیانگ ژو نے اس تردد کا اظہار کیا که وہ کنبے کی کفالت نہیں کر سکتا تو هونگ یوی نے تسلی دیتے هوئے کہا ، " تم اپنی پڑھائی جاری رکھو ۔ روپے پیسے کی فکر مت کرو ۔ هم بھوکے نہیں مریں گے ! "

اس نے کچھ پونجی صرف کر کے چرخه اور کھڈی خریدی ۔ کچھ زمین لگان پر لی اور کھیتوں میں کام کے لئے مزارع رکھے ۔ وہ خود بھی کھیتوں میں کام کرتی اور یوں ان کی آمدنی بڑھنے لگی ۔ پاس پڑوس والے اس کے سگھڑاپے کے گن گانے لگے اور ضرورت پڑنے پر هاتھ بھی بٹا دیتے ۔ چھ

مہینے کے اندر اندر گھر میں لہر بہر لگ گئی ۔ انہوں نے گھریلو کام کاج کے لئے نوکر چاکر بھی رکھ لئے ۔

ایک دن شیانگ ژو کہنے لگا ، ”تم نے میرے کنبے کو نئی زندگی دی ہے ، گویا بجھتی آگ پھر سے بھڑک اٹھی ہو ۔ لیکن ایک کام ابھی تک نہیں ہو سکا ۔ سمجھ نہیں پاتا کیا کروں ؟ “

ھونگ یوی نے بات پوچھی تو اس نے جواب دیا ، ”شاھی امتحان قریب آ رہا ہے ، مگر میری سند علم بحال نہیں ہوئی ۔ “

ھونگ یوی نے مسکراتے ہوئے کہا ، ”میں نے چند روز پہلے ھی محکمۂ ادبیات کے سربراہ کو سونے کے چار ڈلے بھجوائے ھیں تاکہ تمہارا نام امیدواروں میں شامل کر لیا جائے ۔ میں تمہاری یاددھانی کا انتظار کرتی رھتی تو دیر ھو جاتی ۔ “

شیانگ ژو حیرت سے اس کا منہ تکتا رہ گیا ۔ اسی سال اس نے صوبائی امتحان پاس کر لیا ۔ چھتیس سال کی عمر میں ھی وہ بہت سی زرخیز زمین اور شاندار حویلی کا مالک بن چکا تھا ۔ ھونگ یوی بےحد کومل اور نازک تھی لیکن کام کسان عورتوں سے بھی زیادہ کرتی تھی ۔ شدید جاڑوں میں مشقت کے باوجود اس کے ھاتھ سبک اور ملائم رہتے ، جب وہ لوگوں کو بتاتی کہ وہ اڑتیس سال کی ھو چکی ہے تو انہیں یقین نہ آتا ۔ اور اسے بیس بائیس سال کی لڑکی ھی سمجھتے ۔

داستان گو لکھتا ہے : چونکہ بیٹا دیانتدار اور باپ

نیک تھا ، لہذا اس کا صلہ پا گئے ۔ اجنبی راست باز تھا ، اور لومڑی بھی نیک طینت تھی ۔ اور یہ ملاپ بھی بڑا انوکھا تھا ۔ مجسٹریٹ کی حماقت دیکھ کر میں غصے سے تلملا اٹھتا ہوں ۔ خنجر کا نشانہ ذرا سا چوک کیوں گیا ؟ سو زی مئی کو اس کا علم ہوتا تو وہ بھی کہہ اٹھتا ، ” افسوس وارکاری ثابت نہ ہوا ! “ *

* « ہان عہد کی تاریخ » سے حوالہ ۔ چانگ لیانگ نے پہلے چھین شہنشاہ پر قاتلانہ حملہ کیا تو نشانہ خطا گیا ۔ سو ری مئی نے جو سو شون چھین کے نام سے بھی معروف ہے ، اس واقعہ کے بارے میں پڑھا تو اس کے منہ سے مذکورہ فقرہ نکل گیا ۔

راکشس اور سمندری بازار

ما چی سوداگر بچہ تھا اور لوگ اسے لونگ مئی بھی کہتے تھے ۔ وجیہہ ، آزاد منش اور ناچ گانے کا دلدادہ ۔ گانے بجانے والوں میں بڑی جلدی گھل مل جاتا اور سر پر لال رومال یوں باندھتا کہ خوبصورت لڑکی کی چھب پیدا ہو جاتی ۔ چنانچہ "سوھنا" ایک طرح سے اس کی عرفیت بن چکی تھی ۔ چودہ سال کی عمر میں اسکول جانے لگا ۔ وہ پڑھائی لکھائی میں ذہانت دکھا رہا تھا کہ باپ نے بڑھاپے کی بنا پر سوداگری ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا ۔ اور ایک روز ما چی کو بلا کر کہنے لگا ،

" بیٹے ، یہ کتابیں تمہارا پیٹ بھریں گی نہ تن ڈھانپ سکیں گی ۔ تم اب میرا کام سنبھال لو ۔"

اور ما نے تعمیل میں سر جھکا دیا ۔

ایک بار وہ سوداگروں کے ہمراہ سمندری سفر پر تھا کہ طوفان نے آ لیا ۔ جہاز کے پرخچے اڑ گئے اور ما ایک تختے کے سہارے تیرتا جانے کتنے دنوں بعد ایک شہر میں جا پہنچا ۔ شہر کے لوگ بےحد کریہہ صورت تھے مگر ما کو دیکھتے ہی دہشت کے عالم میں چیختے چلاتے بھاگ نکلے جیسے وہ کوئی عفریت تھا ۔ ما پہلے تو ان کے حلیے

دیکھ کر ڈرا لیکن جلد ھی جان گیا کہ وہ اس سے کہیں
زیادہ خوفزدہ تھے ، اور اس ڈراوے سے فائدہ اٹھانے لگا ۔ ما
جہاں کچھ لوگوں کو کھاتے پیتے دیکھتا ، لپک کر قریب
چلا جاتا ۔ ان میں بھگدر مچ جاتی اور جدھر منہ اٹھتا بھاگ
نکلتے اور وہ بچے کھچے کھانے سے پیٹ بھر لیتا ۔

چلتے چلتے ما ایک ایسے پہاڑی گؤں میں پہنچا ، جہاں
عام انسانوں سے ملتے جلتے لوگ آباد تھے ۔ لیکن ان کے
جسموں پر چیتھڑے لٹک رھے تھے اور حالت بھکاریوں سے
بدتر تھی ۔ ما ایک درخت تلے بیٹھ کر آرام کرنے لگا تو گؤں
والے دور فاصلے سے اسے گھورتے رھے ۔ اور پھر اسے بےضرر
سمجھ کر آھستہ آھستہ قریب آنے لگے ۔ ما نے مسکراتے ہوئے
انہیں مخاطب کیا تو وہ بھی عجیب سی بولی میں باتیں کرنے
لگے ۔ زبان سے ناواقفیت کے باوجود وہ ایک دوسرے کا مفہوم
سمجھنے لگے اور جب ما نے بتایا کہ وہ چین سے آیا ھے تو
گؤں والوں کے چہرے کھل اٹھے اور باقی گؤں والوں کو
اطلاع بھجوا دی کہ اجنبی آدم خور نہیں ۔ اس کے باوجود
کریہہ سے کریہہ شکل دیہاتی بھی ما کو ایک نظر دیکھتے
ھی منہ پھیر لیتے اور انہیں پاس آنے کی ھمت نہ ھوتی ۔ وھی
لوگ اس کے قریب آتے تھے جن کی شکل صورت چینیوں سے
زیادہ مختلف نہ تھی ۔ وہ ما کے لئے کھانا اور شراب لائے
تو اس نے ڈر کا سبب پوچھ لیا ۔

” ھم آباء و اجداد کے زمانے سے سنتے چلے آ رھے ھیں
کہ یہاں سے کوئی نو ھزار میل مغرب میں چین نام کا ایک

ملک ہے جہاں انتہائی غیر معمولی نسل کے لوگ آباد ہیں ۔ پہلے یہ محض سنی سنائی بات تھی لیکن آپ نے یہاں آ کر سچ ثابت کر دیا ۔ " دیہاتیوں نے جواب دیا ۔

سا نے غربت کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے ، " ہمارے ملک میں علمی صلاحیتوں کی بجائے حسن کی قدر کی جاتی ہے ۔ ہمارے خوبصورت ترین لوگ وزیر بنتے ہیں ۔ اس کے بعد گورنر اور مجسٹریٹ اور پھر اشراف جو کنبوں کی کفالت کے لئے بھاری وظیفے پاتے ہیں ۔ لیکن ہم جیسے لوگوں کو پیدا ہوتے ہی گھٹیا سمجھ لیا جاتا ہے ۔ ماں باپ ہمیں لاوارث چھوڑ دیتے ہیں اور صرف اس لئے زندہ رکھتے ہیں کہ خاندان کا نام چلتا رہے ۔ "

ما نے اس ملک کا نام پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اسے " راکششوں کا مہا دیس " کہتے ہیں ۔ اور ان کا دارالحکومت کوئی دس میل شمال میں واقع ہے ۔ ما نے وہاں جانے کی خواہش ظاہر کی ۔ اگلے روز مرغے کی پہلی بانگ کے ساتھ وہ روانہ ہوئے اور دن چڑھے دارالحکومت پہنچ گئے ۔ شہر کی فصیل کالے پتھر کی تھی اور اس پر سو سو فٹ اونچے دیدبان بنے ہوئے تھے ۔ ٹائلوں کے لئے سرخ پتھر استعمال کیا گیا تھا ۔ ما نے ایک ٹکڑا اٹھا کر ناخنوں سے پیسا تو اس کے ناخن قرمزی ہو گئے ۔ وہ عین اس وقت پہنچے تھے جب دربار ختم ہونے والا تھا اور حکام کی سواریاں آ جا رہی تھیں ۔ گؤں والوں نے ایک سواری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ، " وہ دیکھو ، وزیر اعظم جا رہا ہے ۔ " ما نے دیکھا کہ وزیر

اعظم کے کان نیچے کی طرف لٹکے ہوئے تھے ۔ اس کے تین نتھنے تھے اور پلکوں نے جھالر کی طرح آنکھوں کو ڈھانپ رکھا تھا ۔ پیچھے پیچھے کچھ گھڑسوار تھے ، جن کے بارے میں گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ درباری تھے ۔ وہ ما کو ہر آدمی کا عہدہ بتاتے رہے ۔ گو سارے کے سارے حکام بدصورت تھے ، لیکن ما نے محسوس کیا کہ معمولی عہدیدار کم کریہہ تھے ۔

جونہی ما واپسی کے لئے مڑا ، شہر والوں میں بھگدر مچ گئی اور یوں بھاگنے لگے گویا وہ کوئی بھوت تھا ۔ اور جب گاؤں والوں نے انہیں یقین دلایا کہ ما ایک بےضرر انسان ہے ، تو بھاگڑ تھم گئی اور لوگ دور کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے ۔ بہرحال شہر میں عفریت آنے کی افواہ بھیل چکی تھی اور ما کے گاؤں لوٹنے تک سارا شہر اجاڑ ہو چکا تھا ۔ مرد ، عورتیں بچے سب گھروں میں جا چھپے تھے ۔ اعلیٰ حکام کو تجسس نے آ گھیرا اور انہوں نے گاؤں والوں کو حکم بھیجا کہ ما کو شہر لایا جائے ۔ وہ شہر میں داخل ہوا تو ہر دروازہ بند پایا ۔ لوگ دروازوں ، کھڑکیوں کی جھریوں سے دیکھ دیکھ کر سرگوشیوں میں رائے زنی کرتے رہے اور کسی نے اسے گھر میں نہ گھسنے دیا ۔

یہ صورت دیکھ کر گاؤں والے کہنے لگے : " یہاں شاہی محافظ دستے کا ایک کپتان رہتا ہے جسے ہمارے آنجہانی بادشاہ نے کئی بار غیر ملکی سفر پر بھیجا تھا ۔ وہ

بڑا جہاندیدہ ہے ۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ تمہیں دیکھ کر خوف‌زدہ نہیں ہوگا ۔ "

چنانچہ وہ کپتان کے پاس پہنچے ۔ کپتان ما کو دیکھ کر واقعی بڑا خوش ہوا اور عزت سے بٹھایا ۔ ما کے خیال میں کپتان نوے کے پیٹے میں تھا ۔ اس کی آنکھیں ابھری ہوئی اور داڑھی خارپشت ایسی تھی ۔

" جب میں جوان تھا تو بادشاہ نے مجھے بہت سے ملکوں کے سفر پر بھیجا لیکن میں چین کبھی نہ جا سکا ۔ " کپتان کہنے لگا ، " اور اب ایک سو بیس سال کی عمر میں اس قابل احترام ملک کے ایک باشندے سے ملاقات میرے لئے باعث صدافتخار ہے ! میں بادشاہ سے تمہاری آمد کا ضرور تذکرہ کروں گا ۔ میں اب سبکدوشی کی زندگی گزار رہا ہوں اور دس بارہ سال سے دربار میں نہیں گیا لیکن تمہاری خاطر کل صبح ہی حاضری دوں گا ۔ "

اس نے ما کی خوب خاطر تواضع کی ۔ کھانے پینے کا سلسلہ جاری تھا کہ بارہ تیرہ لڑکیاں باری باری آ کر ناچنے اور گانے لگیں ۔ وہ دیکھنے میں بھتنیاں لگتی تھیں لیکن سفید ریشمی پگڑیاں اور فرش تک پھیلے ہوئے سرخ لبادے پہنے ہوئے تھیں ۔ ان کا ناچ گانا ما کے بالکل پلے نہ پڑا اور موسیقی بھی بڑی ناگوار لگی ، مگر بوڑھا خوب سر دھنتا رہا اور بالآخر پوچھ ہی بیٹھا کہ آیا چین کی موسیقی بھی ایسی ہی شیریں ہے ۔ اثبات میں جواب پا کر اس نے کچھ سنانے کو کہا اور ما نے ایک دھن چھیڑ دی ۔

”غضب کی دھن ہے ! “ بوڑھے نے خوش ہو کر کہا ، ” لگتا ہے ققنس یا اژدھے بول رہے ہوں ۔ میں نے ایسی دلکش دھن آج تک نہیں سنی تھی ۔ “

اگلے روز بوڑھے نے دربار میں جا کر ما کے متعلق بتایا ۔ بادشاہ اسے شرف ملاقات بخشنے پر تیار ہو گیا لیکن دو وزیروں نے جب یہ کہا کہ ما کا کریہہ چہرہ دیکھ کر بادشاہ کے ذوق نفاست کو ٹھیس پہنچے گی تو اس نے فوراً ارادہ بدل دیا ۔ بوڑھا مایوس ہو کر لوٹ آیا اور ما کو اپنی ناکامی کی خبر سنا دی ۔

ما کو بوڑھے کپتان کے ہاں رہتے کچھ عرصہ بیت چکا تھا کہ ایک دن اس نے شراب کے نشے میں اپنے چہرے پر کوئلے کی دھول ملی اور چانگ فئی * کے روپ میں شمشیر بدست رقص کرنے لگا ۔

بوڑھے نے اس بہروپ کی خوب تعریف کی اور کہنے لگا ، ” تم اس روپ میں وزیر اعظم کے ہاں حاضری دو ۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری سرپرستی کرے گا اور تم خاصی موٹی تنخواہ پانے لگو گے ۔ “

” محض دل لگی کے لئے تو یہ بہروپ ٹھیک ہے ، لیکن میں ذاتی مفاد کی خاطر دوغلے پن سے کیونکر کام لے سکتا ہوں ؟ “ ما نے ہنستے ہوئے جواب دیا ۔

---

* تین مملکتوں (۲۲۰ - ۲۸۰ عیسوی) کے دور کا ایک مشہور جرنیل ۔ چینی کھیلوں اور اوپیروں میں یہ کردار کالے چہرے اور لمبے گلمچھوں کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے ۔

تاهم بوڑھے کے مسلسل اصرار پر ما نے ھامی بھر لی ۔

اب بوڑھے نے کئی اعلیٰ افسروں کو ضیافت پر مدعو کیا اور ما سے کہا کہ وہ چہرہ رنگ لے ۔ مہمان آ گئے اور بوڑھے نے ما کو بلا کر تعارف کرایا تو وہ حیرت سے چلا اٹھے :

”ارے ! یہ تو بےحد کریہہ شکل تھا ۔ لیکن اب خاصا خوبصورت دکھ رہا ھے ۔“

تھوڑی ھی دیر میں وہ ما سے گھل مل گئے اور جب اس نے اپنے وطن کے ناچ دکھائے اور گیت گائے تو وہ بہت خوش ھوئے ۔ اگلے ھی دن انہوں نے بادشاہ کے سامنے ما کی اتنی تعریفیں کیں کہ اس نے فوراً ما کو بلوا بھیجا اور چین کے بارے میں پوچھنے لگا ۔ ما نے اس خوبی سے ہر سوال کا جواب دیا کہ بادشاہ خوش ھو گیا اور تفریحی محل میں ضیافت کے اہتمام کا حکم دے دیا ۔

ضیافت کے دوران شراب کی چسکیاں لیتے ھوئے بادشاہ نے کہا ، ”سنا ھے تم ماھر موسیقار ھو ۔ کچھ ھمیں بھی سناؤ ! “

ما نے فوراً لڑکیوں کی طرح سفید پگڑی باندھی اور ناچ کے ساتھ ساتھ عامیانہ سا گیت گانے لگا ۔ بادشاہ ناچ دیکھ کر اسقدر خوش ھوا کہ اسی وقت اسے مصاحبوں میں شامل کر لیا ۔ اور شاھی لطف و کرم کے اظہار کی خاطر اکثر کھانا اسی کے ساتھ کھاتا ۔

دھیرے دھیرے دوسرے حکام کو اندازہ ھو گیا کہ ما

نے اپنا چہرہ رنگ رکھا تھا ۔ وہ جہاں کہیں بھی جاتا ، لوگ اس کی غیبت میں کانا پھوسیاں کرتے یا سرد مہری سے پیش آتے ۔ یہ بےمہری آزار بن گئی ، تو اس نے سبکدوشی کی عرضی گزار دی لیکن بادشاہ نہ مانا ، ہاں تین مہینے کی رخصت دے دی ۔ ما کے پاس جتنا سونا اور جواہرات تھے ، سب ایک رتھ میں بار کئے اور اسی گاؤں میں لوٹ آیا ۔ گاؤں والے اسے واپس آتے دیکھ کر خوشی سے ناچ اٹھے اور اس نے سارا سونا اور جواہرات اپنے پرانے دوستوں میں بانٹ دیئے ۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اظہار ممنونیت کے طور پر کہا :

” ہم مفلس و نادار لوگ ہیں ، پھر بھی آپ نے ہمارا اتنا خیال رکھا ! جب ہم سمندری بازار جائیں گے تو آپ کے لئے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نادر اشیا لائیں گے ۔ “

ما نے پوچھا کہ بازار کہاں لگتا ہے تو انہوں نے جواب دیا :

” یہ بازار سمندر کی منجدھار میں لگتا ہے ۔ وہاں سارے سمندروں کی جل پریاں ہیرے جواہرات لاتی ہیں اور آس پاس کے بارہ ملکوں کے سوداگر خرید و فروخت کے لئے آتے ہیں ۔ رنگ برنگے ابر پاروں اور مچلتی موجوں پر سوار دیوتا بھی سیر تماشے کو آتے ہیں ۔ لیکن امیر اور حاکم لوگ خطرات کی وجہ سے نہیں جاتے اور ہیرے جواہرات خریدنے کے لئے ہمیں بھیج دیتے ہیں ۔ بازار لگنے میں اب تھوڑے ہی دن رہ گئے ہیں ۔ “

” تمہیں کیسے علم کہ بازار لگنے والا ہے ؟ “ ما نے

پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ بازار لگنے سے سات دن پہلے سمندر پر سرخ پرندے منڈلانے لگتے ھیں - لیکن جب ما نے استفسار کیا کہ وہ کب روانہ ھوں گے اور آیا اسے بھی ساتھ لے چلیں گے تو دیہاتی لتجائیں کرنے لگے کہ وہ اس سفر کا خطرہ مول نہ لے - اس پر ما نے کہا :

" میں ایک ملاح ھوں ، آندھیوں اور موجوں سے کھیلنا میرا کام ھے - "

تھوڑے ھی عرصے میں سوداگر اسباب تجارت خریدنے کے لئے روپیہ پیسہ لے کر آ گئے - گاؤں والوں نے ایک کشتی میں ضرورت کا سامان بار کیا - کشتی کا پیندا سپاٹ اور عرشے پر جنگلا لگا ھوا تھا اور اس میں بیسیوں افراد کی گنجائش تھی - آخر دس آدمیوں نے پتوار تھامے اور کشتی تیر کی مانند پانی کو چیرتی ھوئی آگے بڑھنے لگی - تین دن کی مسافت کے بعد دور اٹھلاتے ابرپاروں اور مچلتی موجوں کے بیچوں بیچ عمارتیں اور تجارتی کشتیاں دکھائی دینے لگیں - ھوتے ھوتے وہ ایک شہر کے قریب آ پہنچے جس کی فصیل قد آدم اینٹوں سے بنی ھوئی تھی اور شہ نشین آسمان سے باتیں کر رھا تھا - انہوں نے لنگر ڈالا اور شہر میں داخل ھو گئے - جابجا دکانوں میں ایسے ایسے بیش بہا ھیرے اور جواھر آنکھیں خیرہ کر رھے تھے ، عالم انسانی میں ان کا تصور بھی ممکن نہ تھا -

دفعتاً شور اٹھا ، " تونگ یانگ کے چھوٹے شہزادے کی سواری آ رھی ھے - " اور لوگ جلدی جلدی راستہ چھوڑنے

لگے ۔ ما نے دیکھا کہ ایک نوجوان گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے ۔ اتفاقاً شہزادے کی نظر ما پر جا پڑی اور وہ حیرت سے پکار اٹھا :

" یہ اجنبی اس علاقے کا باسی نہیں لگتا ! "

شہزادے کے خادموں نے ما سے استفسار کیا تو اس نے لب سڑک احتراماً جھکتے ہوئے سب کچھ بتا دیا ۔

" تمہاری آمد ہمارے لئے باعث صدمسرت ہے ! " شہزادے نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ اس نے ما کے لئے گھوڑا منگوایا اور ساتھ لے کر مغربی پھاٹک سے نکل گیا ۔ سمندر کے کنارے پہنچ کر ان کے گھوڑے ہنہناتے ہوئے طوفانی لہروں میں کود پڑے تو مارے خوف کے ما کی چیخ نکل گئی ۔ اور اس کے ساتھ ہی سمندر میں راستہ یوں نمودار ہو گیا کہ دونوں سمت پانی کی دیواریں کھڑی تھیں ۔ زیادہ دیر نہ بیتی تھی کہ ایک محل دکھائی دینے لگا ۔ محل کے شہتیر کچھوے کے خول اور ٹائلیں مچھلی کے چانوں سے بنی ہوئی تھیں اور بلور کی دیواریں جگ مگ جگ مگ کر رہی تھیں ۔ وہ گھوڑوں سے اترے اور شہزادہ ما کو شاہ اژدھا کے حضور لے گیا جو تخت پر بیٹھا ہوا تھا ۔

" میں بازار کی سیر کر رہا تھا کہ چین کا یہ ذکی نوجوان نظر پڑ گیا ۔ میں اسے عالیجاہ کے حضور لے آیا ۔ " شہزادے نے باپ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ۔

اور ما آگے بڑھ کر فرش پر دوزانو ہو گیا ۔

" معزز مہمان تم ایک عظیم عالم ہو ۔ چھیوی یوان ،

سونگ یوی اور پرانے وقتوں کے دوسرے شاعروں سے کسی طور بھی کمتر نہیں ہو ۔ ہمارے سمندری بازار پر ایک نظم کہہ دو ۔ دیکھو ، انکار نہ کرنا ! " شاہ اژدھا نے کہا ۔

ما نے سر تسلیم خم کیا تو خدام روشنائی کی بلوریں سل ، اژدھے کی داڑھی کا مو قلم ، سفید براق کاغذ اور کلیوں کی مانند مہکتی روشنائی لے کر حاضر ہو گئے ۔ ما نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہزار سے زائد الفاظ پر مشتمل نظم کہہ کے شاہ اژدھا کی خدمت میں پیش کر دی ۔ اور وہ ایک ہاتھ سے تال دیتے ہوئے نظم پڑھنے لگا ۔

"مہمان عزیز ، تمہارا علم و فضل ہماری اس آبی مملکت کے لئے باعث عظمت ہے ۔" شاہ اژدھا نے نظم پڑھ کر کہا ۔

اس کے بعد شاہ اژدھا نے گلابی ابر محل میں ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کیا اور اپنے سارے عزیز و اقارب کو مدعو کیا ۔ دیر تک دور جام چلا کیا اور پھر شاہ اژدھا جام اٹھا کر ما سے کہنے لگا : "میری پیاری بیٹی ابھی تک کنواری ہے ۔ میں اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دینے کا مشتاق ہوں ۔"

ما شرماتا ہوا اٹھا اور ہکلا ہکلا کر اظہار تشکر کرنے لگا ۔ شاہ نے فوراً خدام کو حکم دیا اور دم بھر میں شہزادی خواصوں کے جھرمٹ میں اٹھلاتی آ گئی ۔ شادیانے بج اٹھے اور شادی کی رسمیں ادا ہونے لگیں ۔ ما نے دزدیدہ نظروں سے دیکھا تو دلہن ملکوتی حسن کی بےمثل تصویر تھی ۔

رسمیں پوری ہونے پر شہزادی وہاں سے چل گئی اور ضیافت کے بعد دو خواصیں جنہوں نے رنگین شمعیں اٹھا رکھی تھیں ، ما کو حجلۂ عروسی میں پہنچا گئیں جہاں شہزادی سولہ سنگار کئے بیٹھی تھی ۔ مسہری مرجان کی تھی جس میں جابجا جواھر ٹکے ہوئے تھے ۔ پردے رنگارنگ پروں اور بڑے بڑے موتیوں سے جھلملا رہے تھے اور نرم گدیلا مہک رہا تھا ۔

اگلی صبح ما شاہ اژدھا کے حضور نذرانۂ تشکر پیش کرنے حاضر ہوا تو شاھی داماد کی حیثیت سے اس کی آؤ بھگت ہوئی اور اعلیٰ عہدے پر فائز کر دیا گیا ۔ اس کی نظم کی نقلیں تمام آبی مملکتوں کو روانہ کی گئیں اور مختلف سمندروں کے اژدھا بادشاھوں نے شاہ اژدھا کو مبارکباد دینے کے لئے خاص ایلچی بھیجے اور ما کو اپنے ھاں مدعو کیا ۔ ما کارچوبی لبادہ پہنے ، سبز سینگوں والے اژدھے پر سوار شاھانہ کروفر کے ساتھ چلا تو گھوڑوں پر سوار درجنوں سردار اس کی معیت میں تھے ۔ ان کے شانوں پر منقش کمانیں اور ھاتھوں میں سفید لٹھ تھے ۔ گھوڑوں اور رتھوں پر سوار موسیقار چنگ اور یشبی بانسری پر مدھر تانیں بکھیر رہے تھے ۔ اس شان و شوکت کے ساتھ وہ تین دن میں مختلف سمندروں سے گزرا اور اس کی شہرت پورے عالم آب میں پھیل گئی ۔

محل میں یشب کا ایک درخت تھا ۔ اتنا بڑا کہ ایک آدمی تنے کو بازوؤں کے حلقے میں نہیں لے سکتا تھا ۔ تنا بلور کی مانند شفاف اور بیچ سے زرد تھا ۔ انسانی بازوؤں

سے ذرا چھوٹی شاخیں اور سکے سے قدرے موٹے رنگین پتے
بڑا خوبصورت شطرنجی سایہ دیتے تھے - ما اور شہزادی
اکثر اسی درخت تلے بیٹھ کر گیت گاتے اور بیت بازی کرتے -
اس درخت سے چمبیلی ایسی سہک پھوٹتی تھی - جب کبھی
کوئی پتی زمین پر گرتی ، کھنک سی پیدا ہوتی اور اٹھا
کر دیکھنے پر اتنی پیاری اور چمکدار نظر آتی گویا سرخ
عقیق سے تراشی ہوئی ہو - کبھی کبھی ایک عجیب سا
پرندہ بھی آکر چہچہانے لگتا - اس کے پر سنہری اور سبز
اور دم جسم سے بہت لمبی تھی - بانسری سی آواز اس قدر
مترنم کہ جو بھی سنتا بےخود ہو کے رہ جاتا - ما جب بھی
پرندے کو گاتے دیکھتا ، دل میں وطن کی یاد چٹکیاں لینے
لگتی -

" مجھے اپنے وطن اور ماں باپ سے جدا ہوئے تین سال
ہو گئے - " ایک دن اس نے شہزادی سے کہا ، " اس
جدائی کا سوچ کر میری پلکیں بھیگ جاتی ہیں - کیا تم
میرے همراہ چلوگی ؟ "

" عالم لافانی کا باسی عالم فانی میں نہیں رہ سکتا ، "
شہزادی نے جواب دیا ، " میں تمہارے همراہ تو نہیں جا
سکتی مگر یہ بھی کبھی نہ چاہوں گی کہ میاں بیوی کی
اس چاہت ماں باپ اور اولاد کے پیار کی راہ میں حائل ہو جائے -
کوں بات پر پھر کسی وقت سوچیں گے - "

ما یہ جواب پا کر آنسو نہ روک سکا اور شہزادی نے
ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا ،

" بس یہ جان لو کہ تم بیک وقت بیوی اور ماں باپ کا پیار نہیں پا سکتے ۔ "

اگلے دن ما سیر سے لوٹا تو شاہ اژدھا نے باتوں باتوں میں کہا ،

" سنا ہے تمہیں وطن کی یاد ستا رہی ہے ۔ چاہو تو کل روانہ ہو جاؤ ! "

ما نے شکریہ ادا کرتے ہوئے جواب دیا ،

" خانہ زاد یہاں اجنبی تھا ، لیکن عالیجاہ نے لطف و کرم اور نوازشات کی بارش کر دی ۔ میں کچھ دنوں کے لئے گھر جانا چاہتا ہوں ۔ پھر لوٹ آؤں گا ۔ "

اسی شب شہزادی نے الوداعی ضیافت کا اہتمام کیا ، تو ما نے ایک بار پھر یہی کہا کہ وہ لوٹ آئے گا ۔

" نہیں نہیں ! " شہزادی نے جواب دیا ، " ہم دوبارہ کبھی نہ مل سکیں گے ۔ "

اور ما دلگیر ہو گیا ۔

" تم ماں باپ کے پاس واپس جانا چاہتے ہو ۔ یہ تمہاری سعادت مندی کی دلیل ہے ۔ " شہزادی اسے دلاسا دیتے ہوئے بولی ، " جیون میں ان گنت اتار چڑھاؤ آتے ہیں ، دل میں طرح طرح کی امنگیں پلتی ہیں ، اور جگ ایک پل کے سمان بیت جاتے ہیں ۔ ایسے میں یوں بچوں کی طرح رونا ہمیں زیب نہیں دیتا ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ ہمیشہ تمہاری رہوں گی اور مجھے یہ بھی مان ہے کہ تم ایفائے محبت کرو گے ۔ پیار کا بندھن نہ ٹوٹا تو اس دوری میں بھی ہم

ایک رهیں گے ۔ اظہار وفا کی خاطر دن رات کی یکجائی ضروری نہیں هوتی ۔ تم نے وعدہ وفائی نہ کی ، تو دوسری شادی میں نامراد رهوگے ۔ هاں جیون بتانے کے لئے خادمہ رکھ لینا ۔ میں تم سے کچھ کہنا چاهتی هوں ۔ میری کوکھ میں تمہارا بچہ پل رها هے ۔ اس کا کوئی نام تجویز کرتے جاؤ ۔ "

" لڑکی هوئی تو اس کا نام لونگ کونگ اور لڑکا هوا تو فو هائی رکھنا ۔ " ما نے جواب دیا ۔

تب شہزادی نے نشانی مانگی تو اس نے دو سرخ کنول دے دیئے جو وہ راکشسوں کے دیس سے لایا تھا ۔

" آج سے تین سال بعد چوتھے چاند کی آٹھ تاریخ کو جنوبی سمندر میں آ جانا ۔ میں بچہ تمہارے سپرد کر دوں گی ۔ " شہزادی نے اسے مچھلی کی کھال کی تھیلی دیتے هوئے کہا ، " ان جواهرات کو سنبھال کے رکھنا ۔ تمہاری آئندہ نسلوں کے لئے بھی کافی هوں گے ۔ "

صبح شاہ اژدها نے الوداعی ضیافت دی اور انواع و اقسام کے تحائف اس کے سامنے ڈھیر کر دیئے ۔ ما شہزادی کے همراہ ایک رتھ میں سوار هوا جسے سفید مینڈھے کھینچ رهے تھے ۔ لیکن جونہی وہ سمندر کے کنارے پہنچے ، شہزادی عجلت میں خداحافظ کہتی هوئی واپس هو لی اور دیکھتے هی دیکھتے لہروں میں گم هو گئی ۔ اور ما گھر واپس آ گیا ۔

اس دوران گھر کے سب لوگ ما کو رو پیٹ چکے تھے لیکن اب اسے واپس آتے دیکھا تو هکا بکا رہ گئے ۔ اس

کے ماں باپ زندہ تھے اور بیوی دوسری شادی کر چکی تھی ۔ ما نے سوچا کہ اژدھا شہزادی ضرور اس حقیقت سے واقف تھی ، جب ھی اس نے ایفائے عہد کی بات کی تھی ۔ باپ اس کی دوسری شادی پر مصر ھوا تو ما نے انکار کر دیا ، تاھم ، ایک خادمہ رکھ لی ۔ تین سال بعد وہ مقررہ روز جنوبی سمندر میں پہنچا تو سوجوں کے دوش پر دو بچے کھیل رہے تھے ۔ اس کی کشتی قریب پہنچی اور وہ بچوں کی جانب جھکا تو ایک بچہ قلقاریاں مارتا ھوا اس کے گھٹنے پر چڑھ آیا اور دوسرا اس بات پر چڑ کر رونے لگا کہ شاید ما نے اسے نظر انداز کر دیا تھا ۔ جب اس نے دوسرے بچے کو بھی عرشے پر کھینچ لیا تو دیکھا کہ ایک لڑکا تھا اور دوسری لڑکی ۔ دونوں بچے بےحد خوبصورت تھے ۔ ان کی ٹوپیوں پر کنول کے وہ پھول ٹکے تھے جو ما نے شہزادی کو دیئے تھے ۔ لڑکے کی پیٹھ پر اسے ایک کارچوبی تھیلی بندھی نظر آئی ۔ ما نے تھیلی کھولی تو اس میں ایک خط رکھا تھا ۔ ما خط پڑھنے لگا :

میں جانتی ھوں کہ تمھارے ماں باپ حیات ھیں ۔ تین سال دیکھتے ھی دیکھتے بیت گئے ۔ عالم لافانی اور عالم فانی ھمارے درمیان حائل رھا ۔ پھر راہ میں سمندر بھی تھا اور کوئی ایسا پرندہ دکھائی نہ دیا جو ھمارے لئے پیغام رسانی کرتا ۔ میرے خوابوں میں بھی تمھی بسے ھوئے ھو ۔ میں اداس نظروں سے راہ دیکھتے

دیکھنے تھک گئی تھی ۔ چاند کی دیوی دارچینی کے درحت تلے تنہا بیٹھی رھتی ھے اور جلاھن باندی حسرت بھری نگاھوں سے کہکشاں کو تکتی رھتی ھے جس نے اسے محبوب سے جدا کر رکھا ھے ۔ تو پھر مجھے محبوب کی آغوش میں جیون بتانے کا کیا حق ؟ یہ سوچ کر اپنے آنسوؤں پر ھنس دیتی ھوں ۔ تمہارے جانے کے دو ماہ بعد میرے ھاں توام بچے پیدا ھوئے ، جو اب میری گود میں قلقاریاں بھرتے اور کھیلتے ھیں ۔ اور کھجوروں اور ناشپاتیوں کے لئے چھینا جھپٹی میں لگے رھتے ھیں ۔ اب چونکہ وہ ماں کے بنا رہ سکتے ھیں لہذا تمہارے سپرد کر رھی ھوں ۔ تم انہیں سرخ کنول کے پھولوں سے پہچان لوگے جو تم نے نشانی کے طور پر مجھے دئے تھے ۔ تم انہیں اپنے گھٹنوں پر بٹھاؤگے تو یہی محسوس ھوگا کہ میں بھی تمہارے پہلو میں بیٹھی ھوں ۔ تم نے وعدہ نبھایا ، یہ جان کر خوش ھو لیتی ھوں ۔ میں بھی مرتے دم تک عہد وفا کی پاسداری کروں گی ۔ اب میں آئینے کے سامنے بیٹھ کر سنگار نہیں کرتی ۔ تم مسافر ھو اور میں محبوب کی راہ میں آنکھیں بچھائے گرھستن بیوی ! گو ھم مل نہیں سکتے لیکن میاں بیوی کا بندھن ھمیشہ قائم رھےگا ۔ میں جانتی ھوں یہ کسی طور مناسب نہیں کہ والدینؐ نے بہو کو تو دیکھا نہ ھو مگر پوتا پوتی ان کی گودوں میں آجائیں ۔ چنانچہ اگلے سال جب تمہاری والدہ ملک

عدم کو سدھاریں گی تو میں اظہار عقیدت کے لئے آؤں گی ۔ اس کے بعد اگر لونگ کونگ بھولی پھی تو دوبارہ ملاقات ہوگی اور فو ھائی حیات رہا تو شاید ملاقات کا وسیلہ بن جائے ۔ اپنا خیال رکھنا ۔ خط ان جذبات کے اظہار سے قاصر ہے جو میرے سینے میں مچل رہے ہیں ۔

ما کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور بار بار خط پڑھے جا رہا تھا ۔ آخر دونوں بچوں نے اس کی گردن میں بازو ڈال دیئے اور بولے : " بابا ! اب ہم گھر جائیں ؟ "

وہ تڑپ اٹھا اور ان کے سر سہلاتے ہوئے پوچھا : " ہمارا گھر کہاں ہے ؟ "

بچے ماں کو یاد کرکے رونے لگے ۔ ما افق تک پھیلے بےکراں سمندر کو دیکھا کیا لیکن نہ تو کوئی شہزادی نمودار ہوئی اور نہ کف اڑاتی موجوں نے راستہ چھوڑا ۔ اور وہ بچوں کو گھر لے آیا ۔

ما جان چکا تھا کہ ماں کا وقت اب قریب ہے ، لہذا تجہیز و تکفین کے انتظامات میں لگ گیا ۔ اس نے آبائی قبرستان میں صنوبر کے سو درخت بھی لگوائے اور اگلے سال جب ماں سدھاری اور اسے قبر میں اتارا گیا تو ایک غم زدہ عورت قبر کے پاس آ کر بیٹھ گئی ۔ ہر کوئی اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک آندھی اٹھی ، بجلی کڑکی اور موسلادھار بارش ہونے لگی ، اور اس کے ساتھ ہی

عورت غائب ہو گئی - مگر ما کے لگائے ہوئے بہت سے صنوبر جو سوکھ چکے تھے ، اس بارش کے بعد ہرے بھرے ہو گئے -

فو ھائی جوان ہونے کے بعد بھی اکثر ماں کو یاد کرتا رہتا تھا اور ایک بار تو وہ اچانک سمندر میں غائب ہو گیا اور کئی دن بعد لوٹا - تاہم لونگ کونگ لڑکی ہونے کے ناتے گھر سے نہیں نکل سکتی تھی - وہ اکثر اپنے کمرے میں بیٹھی بیٹھی آنسو بہانے لگتی - ایک روز آسمان پر تاریکی چھا گئی اور اژدھا شہزادی ما کے گھر آکر بیٹی کو دلاسا دینے لگی :

" رو نہیں ، میری بچی - اب تو تم بہت جلد اپنے گھر بار کی ہو جاؤگی - "

اس نے بیٹی کو مرجان کا ایک درخت جو کوئی آٹھ فٹ اونچا تھا ، کافور ، سو موتی اور ہیروں سے مرصع سونے کے دو صندوقچے جہیز کے طور پر دیئے - ما کو خبر ہوئی تو لپک کر اندر آ گیا اور روتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام لئے ، لیکن بجلی کی ایک کڑک کے ساتھ شہزادی غائب ہو گئی -

داستان گو لکھتا ہے : حاکموں کو خوش کرنے کی خاطر لوگ جھوٹے اور کریہہ روپ بھرنے پر مجبور ہوتے ہیں - یہی دنیا کا منافقانہ دستور ہے - دنیا میں ہر جگہ جھوٹ اور بدصورتی کی پوجا ہوتی ہے - لوگ اس بات کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں جسے خود آپ قدرے گھٹیا سمجھتے ہیں -

اور ایسی بات پر تعریفوں کے پل باندھنے لگتے ھیں جو خود
آپ کی نظروں میں حد درجہ ذلت آمیز ہوتی ھے ۔ لیکن اگر
انسان کھلے بندوں اپنی اصلیت آشکار کرنے لگے تو لوگ
اسے کھڑے کھڑے دھتابتا دیتے ھیں ۔ اپنے انمول یشب
یر رونے کے لئے لینگ یانگ کا وہ احمق * آخر کہاں جائے ؟
افسوس ! مجھے مال و زر کی خاطر بادلوں اور سمندروں کے
سرابوں کا پیچھا کرنا پڑے گا ۔

---

* بہار و خزاں کے دور (۷۲۲ - ۴۸۱ قبل مسیح) میں لینگ یانگ کے
ایک شخص نے چھو کے بادشاہ کو ناتراشیدہ یشب پیش کیا تو بادشاہ نے جو
یشب کی قدر و قیمت سے ناواقف تھا ، غصے میں آ کر اس شخص کے پاؤں کٹوا
ڈالے ۔

شکاری تھیئن

لیاؤ یانگ کا ایک باشندہ وو چھنگ شیو بڑے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کا بڑا دلدادہ تھا ۔

ایک رات اس نے خواب میں ایک شخص کو یہ کہتے سنا : "مانا کہ ہر جگہ تمہارے دوست ہیں ، مگر یہ سب مطلبی لوگ ہیں ۔ تم ابھی تک اس شخص سے نہیں ملے جو دکھ درد میں تمہارا ساتھ دےگا ۔"

"وہ شخص کون ہے ؟" وو نے پوچھا ۔

"تھیئن چھی لانگ ۔"

وو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا ۔ صبح اس نے اپنے ملنے جلنے والوں سے تھیئن کے متعلق استفسار کیا تو معلوم ہوا وہ ایک شکاری تھا اور مشرقی گؤں میں رہتا تھا ۔ وو سیدھا وہاں پہنچا اور چابک کی مٹھی سے دروازہ کھٹکھٹانے لگا ۔ تھوڑی ہی دیر میں پچیس چھبیس سال کا ایک نوجوان باہر آیا ۔ اس کی آنکھیں چیتے جیسی اور جسم خوب کسا ہوا تھا ۔ ٹوپی پر چکنائی کے دھبے اور کالے کپڑوں پر سفید پیوند لگے ہوئے تھے ۔ علیک سلیک کے بعد اس نے وو کی آمد کا سبب پوچھا تو وو نے جواب دیا ، "میں ادھر سے گزر رہا تھا کہ کچھ سرگرانی محسوس ہوئی ۔ ذرا دیر رک کر آرام کرنا

چاہتا ہوں ۔ کیا آپ تھیئن چھی لانگ کو جانتے ہیں ؟ "

" میں ہی تھیئن ہوں ۔ " نوجوان نے جواب دیا ۔ وہ کئی بوسیدہ کمروں سے گزرتا ہوا وو کو ایک چھوٹی سی بیٹھک میں لے گیا ، جس کی دیواروں پر شیروں اور بھیڑیوں کی کھالیں ٹنگی ہوئی تھیں مگر کوئی کرسی وغیرہ نہ تھی ۔ نوجوان نے فرش پر شیر کی کھال بچھائی اور دونوں بیٹھ گئے ۔ گفتگو کے دوران وو یہ جان کر بہت خوش ہوا کہ وہ ایک سادہ مزاج اور صاف گو شخص تھا ۔ وو نے تھیئن کو کچھ چاندی کی پیشکش کی اور کہا کہ کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کر لے تو تھیئن نے گریز کیا ۔ وو کا اصرار بڑھا تو چاندی اٹھا کر ماں کے پاس لے گیا مگر انہی قدموں لوٹ آیا اور چاندی قبول کرنے سے بالکل انکار کر دیا ۔ وو اب بھی مصر رہا تو ماں دخل دیتے ہوئے سختی سے بولی ،

" میرا ایک ہی بیٹا ہے ۔ میں نہیں چاہتی کہ کسی کے حکم کا بندہ بن کر رہ جائے ۔ "

وو کچھ اکھڑا اکھڑا سا گھر کو چل دیا اور راستے بھر یہی سوچتا رہا کہ آخر انکار کا سبب کیا تھا ۔ اسے خیالوں میں گم دیکھ کر ایک خادم نے ، جو اتفاق سے ماں بیٹے کی باتیں سن چکا تھا ، بتایا کہ تھیئن چاندی لے کر ماں کے پاس گیا تو اس نے کہا :

" تمہارے ملاقاتی کو ایک نظر دیکھتے ہی میں نے اندازہ لگا لیا کہ اس کے ستارے اچھے نہیں اور وہ کسی مصیبت میں پھنسنے والا ہے ۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ دوست

وھی ھوتا ھے جو پریشان حالی اور درماندگی میں ساتھ دے ۔ امیر آدمی تو احسان کا بدلہ دولت سے چکا سکتا ھے مگر غریب کے پاس صرف دولت وفا ھوتی ھے ۔ یہ پیسہ تمہارے لئے سودمند نہ ھوگا کیونکہ صلے میں تمہیں اپنی زندگی داؤ پر لگانی پڑے گی ۔"

بوڑھی عورت کی دانائی وو کے دل میں گھر کر گئی اور تھیئن کے لئے جذبۂ احترام دوچند ھو گیا ۔ اگلے روز اس نے تھیئن کو کھانے پر بلایا تو اس نے یہ دعوت بھی قبول نہ کی ۔ وو پھر اس کے گھر گیا اور پینے کو کچھ مانگا ۔ تھیئن نے شراب اور ھرن کے خشک گوشت سے تواضع کی ۔ اگلے روز وو نے دوبارہ دعوت بھیجی تو تھیئن نے قبول کر لی ۔ تاھم باھمی یگانگت کے باوجود وو کے بار بار اصرار پر بھی تھیئن رقم لینے سے انکاری رھا اور آخر جب وو نے کہا کہ وہ شیر کی کچھ کھالیں خریدنا چاھتا ھے تو تھیئن نے پیسے لے لئے ۔

اس نے گھر آ کر دیکھا تو کھالیں کافی نہ تھیں ، چنانچہ شکار کی تلاش میں نکل کھڑا ھوا ۔ تین دن پہاڑوں میں خواری کے بعد بےنیل مرام لوٹا تو بیوی بیمار پڑ گئی اور سارا وقت دوادارو کرنے میں گزارنے لگا ۔ دس دن بعد وہ مر گئی اور بودھ رسوم کے مطابق کفن دفن کے بعد اس نے حساب کتاب کیا تو وو کی دی ھوئی بیشتر رقم اڑ چکی تھی ۔ وو قیمتی تحفے لے کر بذات خود تعزیت کو آیا ۔ تھیئن بیوی کی آخری رسوم سے فارغ ھونے کے بعد تیر کمان لے کر پھر

پہاڑوں کی طرف نکل گیا ۔ اس بار وہ تہیہ کئے ہوئے تھا کہ دوست کے احسانات کا بدلا ہر صورت میں چکائے گا ، لیکن اسے ہر قدم پر ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا ۔

وو کو خبر ہوئی تو اس نے پیغام بھجوایا کہ وہ زیادہ تردد نہ کرے اور آ کر اس سے ملے ، مگر زیر بار احسان تھیئن نے جانا مناسب نہ سمجھا ۔ تب وو نے کہلوا بھیجا کہ وہ تھیئن کے پاس موجود شیر کی کھالیں دیکھنا چاہتا ہے اور تھیئن کو انکار کا یارا نہ رہا ، مگر جب کھالیں دیکھیں تو وہ اس قدر کرم خوردہ ہو چکی تھیں کہ اس کا دل ڈوبنے لگا ۔

وو کے کانوں میں بھنک پڑی تو وہ خود چلا آیا اور کھالیں دیکھ کر تھیئن کو دلاسا دیتے ہوئے بولا ،

" ان سے میری ضرورت پوری ہو جائے گی ۔ خراب بالوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا ۔ "

کھالیں لے کر اس نے واپسی کا قصد کیا اور تھیئن کو بھی ساتھ چلنے کو کہا ۔ لیکن تھیئن نے پھر انکار کر دیا اور وو کو اکیلے ہی لوٹنا پڑا ۔ تاہم تھیئن ہنوز سخت شرمندگی محسوس کر رہا تھا ، لہذا کچھ کھانے پینے کا سامان باندھ پھر پہاڑوں کی سمت چل کھڑا ہوا اور کئی راتوں کی شب بیداری کے بعد بالآخر ایک شیر مارنے میں کامیاب ہو گیا جو اس نے سالم ہی دوست کو پیش کر دیا ۔ وو شیر دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سمایا اور تھیئن کے اعزاز میں دعوت کا اہتمام کرتے ہوئے اسے تین دن اپنا مہمان

رکھنے پر اصرار کرنے لگا ۔ مگر جب تھیئن نے مسلسل انکار کیا تو اس نے مکان کے بیرونی پھاٹک میں تالا لگوا دیا کہ کہیں وہ چپکے سے چلا نہ جائے ۔

تھیئن کا لباس بڑا بوسیدہ اور گنواروں ایسا تھا ، چنانچہ دوسرے مہمانوں میں کانا پھوسیاں شروع ہو گئیں کہ وو ایک نہایت ھی ادنیٰ شخص سے دوستی کا دم بھر رہا تھا ۔ ادھر وو ان کانا پھوسیوں سے بےنیاز تھیئن کے آگے گویا بچھا جا رہا تھا ۔ وو نے تھیئن کو کپڑوں کا نیا جوڑا پیش کیا تو اس نے انکار کر دیا ، مگر سوتے میں وو نے اس کے کپڑے بدلوا دیئے ۔ تھیئن گھر گیا اور تھوڑی دیر بعد اس کا بیٹا اپنی دادی کا یہ حکم لے کر آ گیا کہ وو نئے کپڑے واپس لے کر اس کا پرانا جوڑا لوٹا دے ۔ وو نے ہنستے ہوئے جواب دیا ،

” دادی اماں سے کہہ دو کہ میں وہ پرانے کپڑے جوتوں کے تلے بنوانے کے لئے پھاڑ پھوڑ کر برابر کر چکا ہوں ۔ “

اس کے بعد تھیئن وو کے ھاں خرگوش اور ہرن کا گوشت بھجواتا رہا ، لیکن ہر بلاوے پر معذرت کر دی ۔

آخر ایک روز وو خود تھیئن سے ملنے جا پہنچا ، مگر وہ گھر پر نہ تھا ۔ وہ واپسی کے لئے مڑنے لگا تھا کہ تھیئن کی ماں دروازے پر آ گئی اور خفگی کے لہجے میں بولی :

” تم میرے بیٹے کا پیچھا چھوڑو گے یا نہیں ؟ کیوں اسے برباد کرنے پر تلے ہوئے ہو ؟ “

وو پر گویا گھڑوں پانی پڑ گیا اور کان لپیٹ کر لوٹ آیا ۔

کوئی چھ مہینے بعد ایک دن وو کے نوکر خبر لائے کہ ایک چیتے کے شکار پر تھیئن کا کسی شکاری سے جھگڑا ہو گیا ۔ اس نے شکاری کو قتل کر دیا اور اب جیل میں بند تھا ۔ یہ سن کر وو کے ہوش جاتے رہے ۔ وہ بھاگم بھاگ جیل پہنچا تو اس کا دوست واقعی پابجولاں پڑا تھا ۔ تھیئن نے اسے دیکھ کر صرف اتنا کہا ،

"میری ماں کا خیال رکھنا !"

وو بوجھل دل لئے واپس آیا ۔ اس نے کسی تاخیر کے بغیر مجسٹریٹ کی مٹھی گرم کی اور مدعی کو سو تائل چاندی دے کر راضی کیا ۔ ایک ماہ بعد تھیئن کا مقدمہ دب دبا گیا اور وہ رہا ہو کر گھر آ گیا ۔

"تمہیں وو کی بدولت نیا جیون ملا ہے ،" ماں نے اسے دیکھ کر جذبات سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ، "اب مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم دونوں کی راہ میں آؤں ۔ بس ایک دعا کرتی ہوں کہ اسے لمبی اور خوشگوار زندگی نصیب ہو کہ اس میں تمہارا بھی بھلا ہے ۔"

تھیئن نے اظہار تشکر کے لئے وو کے ہاں جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو ماں بولی ، "ضرور جاؤ ، مگر زبان سے شکریہ ادا نہ کرنا ۔ زبان سے شکریہ تو انسان کسی معمولی بات پر ادا کرتا ہے ۔ نئے جیون کا شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں ۔"

تھیئن وو کے ہاں پہنچا اور وو نے بےحد محبت و شفقت

سے خیر خیریت پوچھی تو وہ جواباً محض بڑبڑا کر رہ گیا ۔ یہ دیکھ کر وو کے سارے گھر والوں نے اسے سخت ناشکرا سمجھا ، لیکن وو اس کے خلوص سے مغلوب ہو کر اور بچھ گیا ۔ اب تھیئن اکثر کئی کئی دن وو کے ہاں ٹھہرتا اور ہر تحفہ قبول کر لیتا ، مگر شکریئے کا ایک حرف بھی کبھی اس کی زبان سے نہ نکلا ۔

ایک بار وو کی سالگرہ پر اتنے مہمان آ گئے کہ وو اور تھیئن کے بستر ایک ہی کمرے میں لگانے پڑے اور فرش پر بھی تین نوکروں نے بچھونے ڈال لئے ۔ نوکر تو سو گئے ، تاہم دونوں دوست باتیں کرتے رہے ۔ آدھی رات کا عمل ہوا چاہتا تھا کہ دفعتاً کوندا سا لپکا اور تھیئن کی تلوار ، جو دیوار پر لٹک رہی تھی ، ایک جھنکار کے ساتھ خود بخود اچھل کر نیام سے نکل آئی ۔ دہشت کے مارے وو کا رنگ ہلدی پڑ گیا ، لیکن تھیئن نے فرش پر سوئے ہوئے افراد کے متعلق پوچھنا شروع کر دیا ۔ وو نے بتایا کہ وہ گھر کے نوکر ہیں تو تھیئن بولا ،

" ان میں سے ایک یقیناً بدقماش ہے ۔ "

" یہ اندازہ تم نے کیونکر لگا لیا ؟ "

" میرے دادا نے یہ تلوار پردیس میں خریدی تھی ۔ " تھیئن بتانے لگا ، " یہ اتنی آبدار ہے کہ خون اس پر ٹھہرتا ہی نہیں ۔ یہ تین پیڑھیوں سے ہمارے خاندان میں ہے ۔ ہزار سے زیادہ سر قلم کر چکی ، مگر دھار میں سرمو فرق نہیں آیا ۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ برے شخص کی موجودگی

سی خود بخود نیام سے باہر آ جاتی ہے ۔ اب جلد ہی کوئی نہ کوئی اس کی زد میں آئے گا ۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کریں اور بدقماشوں سے بچ کر رہیں ، ورنہ بعید نہیں کہ کوئی مصیبت گلے آ پڑے ۔"

وو نے اگرچہ تھیئن کی بات سے اتفاق کیا تھا ، مگر تھیئن پھر بھی وہ بےخوابی اور بےچینی کے عالم میں پہلو بدلتا رہا ۔

"قسمت کا لکھا ہو کر رہے گا ، یوں پریشان ہونے سے کیا فائدہ ؟" وو نے کہا ۔

"مجھے اپنی جان کی کوئی پروا نہیں ۔ بس ماں کے لئے فکرمند ہوں ۔" تھیئن نے جواب دیا ۔

"میرے خیال میں تو تم کچھ ضرورت سے زیادہ ہی قنوطی ہو رہے ہو ۔"

"شاید !"

فرش پر تین نوکر سو رہے تھے ۔ ایک لین ار جو وو کا پرانا اور معتمد ملازم تھا ۔ دوسرا کوئی بارہ سال کا لڑکا اور تیسرا لی ینگ جو بدمزاج اور منہ پھٹ ہونے کے سبب وو کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا ۔ وو سوچتے سوچتے اس نتیجے پر پہنچا کہ اصل بدمعاش لی ینگ ہی تھا ۔ اور صبح اسے بلا کر بڑے سلیقے سے چلتا کر دیا ۔

وو کے بڑے بیٹے کی شادی وانگ کنبے میں ہوئی تھی ۔ ایک دن وو کہیں گیا ہوا تھا اور مردانے کا سارا انتظام لین ار کے سپرد تھا ۔ بہو یہ سوچ کر کہ مردانہ خالی ہوگا ،

پھول توڑنے ادھر جا نکلی ۔ اچانک لین ار جانے کدھر سے نمودار ھوا اور اس پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے ۔ لیکن جب لڑکی نے بھاگنے کی کوشش کی تو اسے پکڑ کر کمرے کی طرف گھسیٹنے لگا ۔ اس پر لڑکی نے شور مچا دیا اور جب اس کا شوھر چیخ پکار سن کر دوڑتا ھوا آیا تو لین ار بھاگ نکلا ۔ وو نے واپس آ کر سارا قصہ سنا تو لین ار کو بلوا بھیجا ، مگر وہ کہیں ھوتا تو ملتا ۔

دو تین دن بعد سن پڑی کہ لین ار نے ایک شاھی محتسب کے گھر پناہ لے رکھی ھے ۔ محتسب خود تو دارالحکومت میں رھتا تھا اور گھر چھوٹے بھائی کو سونپ رکھا تھا ۔ وو بھی آخر کو افسر تھا ۔ اس نے محتسب کے بھائی کو لین ار کی واپسی کا لکھا ، تو ادھر سے جواب تک نہ آیا ۔ وو نے برافروختہ ھو کر مقامی مجسٹریٹ سے اپیل کی ، مگر وارنٹ جاری ھونے کے باوجود کارندوں نے اسے گرفتار نہ کیا اور مجسٹریٹ نے معاملہ دبا دیا ۔ یہ صورت حال دیکھ کر وو غصے سے کھول رھا تھا کہ تھیئن ملنے آ گیا ۔

” تمہاری پیش گوئی بالکل صحیح نکلی ! “ یہ کہتے ھوئے وو نے سارا واقعہ بیان کر دیا ۔

تھیئن کا رنگ فق ھو گیا اور دم سادھے لوٹ گیا ۔

وو نے اپنے کچھ با اعتماد نوکروں کو لین ار کے پیچھے لگا رکھا تھا ۔ اور ایک شام جب لین ار محتسب کے گھر لوٹ رھا تھا وہ اسے اٹھا کر وو کے پاس لے آئے اور وو نے اس کی ٹھکائی شروع کرا دی ۔ لین ار مار کھاتا جاتا تھا اور وو

کو مغلظات سناتا جاتا تھا ۔ وو کا چچا ایک شریف آدمی تھا اور محض اس خیال سے وھاں آ گیا تھا کہ وو طیش میں کہیں لین ار کو قتل نہ کر دے ۔ اس نے وو کو مشورہ دیا کہ لین ار کو قانون کے مطابق سزا دلوانے کے لئے حکام کے حوالے کر دے ۔ تاھم وو نے جونہی لین ار کی مشکیں کس کر کچہری بھجوایا ، محتسب کے گھر سے ایک خط مجسٹریٹ کے نام آ پہنچا اور مجسٹریٹ نے جھٹ سے لین ار کو رھا کر دیا ۔ یوں رھائی پانے پر لین ار شیر ھو گیا اور چلا چلا کر کہنے لگا کہ وو کی بہو سے اس کے ناجائز مراسم تھے ۔

وو لال بھبوکا ھو کر محتسب کو گالیاں دینے لگا اور اس کے دروازے پر ھلہ بول دیا ، تاھم پاس پڑوس والوں نے سمجھا بجھا کر اسے گھر واپس بھیج دیا ۔ اگلی رات وو یہ سن کر ھکابکا رہ گیا کہ کسی نامعلوم قاتل نے لین ار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے اور اس کی بریدہ لاش ویرانے میں پائی گئی تھی ۔ اس خبر پر گو وو کو قدرے چین آ گیا تاھم اگلے ھی روز محتسب کے گھر والوں نے وو اور اس کے چچا پر قتل کا مقدمہ دائر کر دیا ۔ دونوں کچہری میں پیش ھوئے ، تو مجسٹریٹ نے صفائی کا کوئی موقع دیئے بغیر وو کے چچا کی ٹھکائی کا حکم دے دیا ۔

" ھم نے کسی کو قتل نہیں کیا ! " وو چلا اٹھا ، " محتسب کے گھر والوں کو میں نے گالیاں دی تھیں ۔ اس میں میرے چچا کا کوئی دوش نہیں ۔ "

مگر مجسٹریٹ نے اس کی بات ان سنی کر دی ۔ وو پیچ و تاب کھاتا آگے کو لپکا تو عدالتی کارندوں نے اسے بالوں سے پکڑ لیا ۔ جو کارندے وو کے چچا کو بید لگا رہے تھے ، وہ دراصل محتسب کے تنخواہ دار تھے ۔ بوڑھا چونکہ خاصا نحیف تھا ، اس لئے آدھے بید بھی نہ لگنے پائے تھے کہ اس کا دم مسافر ہو گیا ۔ مجسٹریٹ نے وو کے واویلے اور گلم گلوج کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے مقدمہ خارج کر دیا اور وو چچا کی لاش اٹھا کر گھر لے آیا ۔

غم و غصے کے اس عالم میں وو کو کچھ سجھائی نہ دیا تو تھیئن سے مشورے کا خیال آیا ۔ لیکن تھیئن تو ماتم پرسی تک کے لئے نہ آیا تھا ۔ وو سخت اچنبھے میں تھا کہ اتنے احسانات کے باوجود تھیئن اب یوں اجنبیت برت رہا تھا ۔ اسے شبہ تھا کہ لین ار کے قتل میں تھیئن کا ھاتھ تھا ۔ اور ان حالات میں ضروری تھا کہ دونوں سر جوڑ کر بیٹھتے اور کوئی راستہ نکالتے ۔ اس نے تھیئن کے ھاں قاصد بھیجا تو وھاں تالا پڑا ھوا تھا اور پڑوسیوں کو بھی اس کی کوئی خبر نہ تھی ۔

چند دن اسی طرح بیت گئے ۔ ایک صبح لکڑھارے اور سقے حسب معمول گھر گھر ایندھن پانی پہنچا رہے تھے کہ محتسب کا بھائی کسی کام سے مجسٹریٹ کے ھاں آ پہنچا ۔ دونوں باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ایک لکڑھارے نے قریب ھی لکڑیوں کا گٹھا رکھا اور تلوار نکال کر ان پر پل پڑا ۔ محتسب کے بھائی نے دھشت کے عالم میں وار بچانے

کے لئے بازو بڑھایا تو ھاتھ کلائی سے کٹ کر دور جا پڑا ۔ اور دوسرے وار میں اس کا سر تن سے جدا ھو گیا ۔ اس دوران مجسٹریٹ چیختا چلاتا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلا ۔ لکڑھارا دیوانگی کے عالم میں اسے ڈھونڈتا پھر رھا تھا کہ کارندوں اور اھلکاروں نے سارے دروازے بند کر دیئے اور ھتھیار لے کر شور مچاتے ھوئے لکڑھارے کا پیچھا کرنے لگے ۔ یہ دیکھ کر لکڑھارے نے خودکشی کر لی ۔ انھوں نے غور سے لاش دیکھی تو وہ تھیئن کی تھی ۔

مجسٹریٹ کے حواس درست ھوئے تو لاش کا معائنہ کرنے آ گیا ۔ تھیئن خون کے تال میں مردہ پڑا تھا اور تلوار کا قبضہ ھنوز اس کی مٹھی میں تھا ۔ لیکن جونہی بددیانت مجسٹریٹ قریب سے دیکھنے کو جھکا ، تھیئن بجلی کی طرح تڑپ کر اٹھا اور اس کا بھٹا سا سر اڑا کر پھر زمین پر ڈھیر ھو گیا ۔ حکام نے تھیئن کی ماں اور اس کے بیٹے کو گرفتار کرنے کے لئے فوراً ھرکارے دوڑا دیئے مگر وہ کئی دن پہلے ھی گھر سے غائب ھو چکے تھے ۔

تھیئن کی موت کا سنتے ھی وو آ کر لاش کے سرھانے گریہ و زاری کرنے لگا ۔ لوگوں میں چہ‌میگوئیاں شروع ھوئیں کہ دوسرے قتل میں اس کا ھاتھ تھا ، تو اسے گرفتاری سے بچنے کے لئے متعلقہ حکام کی مٹھی گرم کرنی پڑی ۔ ادھر تھیئن کی لاش مہینے بھر سے زیادہ عرصے تک ویرانے میں پڑی رھی اور پرندے اور کتے اس کی حفاظت کرتے رھے ۔ وو نے ابتلا سے نکلنے کے بعد اسے پورے احترام سے

دفن کرا دیا ۔

تھیئن کا بیٹا نام بدل کر تنگ چو چلا گیا جہاں وہ فوج میں سپاھی بھرتی ھوا اور اپنی قابلیت کے بل پر نائب حاکم اور لفٹیننٹ بن کر بالآخر لیاؤ یانگ واپس آیا تو وو جس کی عمر اسی سے تجاوز کر چکی تھی ، اسے باپ کی قبر پر لے گیا ۔

داستان گو لکھتا ھے : صرف وھی لوگ احسان یاد رکھتے ھیں ، جو بلا استحاق ایک پائی تک قبول کرنے کے روادار نہیں ھوتے ۔ تھیئن کی ماں واقعی بڑی دانا عورت تھی ! اور یہ ایک معجزہ ھی تھا کہ تھیئن نے ، جو انتقام پورا ھونے سے پہلے ھی خود کشی کر چکا تھا ، مرنے کے بعد بھی دشمن کی جان نہ بخشی ۔ کیا خوب ھوتا جو جینگ کھ * بھی ایسا ھی کرتا ۔ دنیا میں جب تک ایسے لوگ موجود ھیں ، ظالم کیفر کردار کو پہنچتے رھیں گے ۔ مگر افسوس اس ظالم دنیا میں تھیئن شکاری ایسے لوگ آٹے میں نمک برابر ھیں ۔

* چینگ کھ نے اپنے آقا کا انتقام لینے کی خاطر پہلے چھین شہنشاہ (۲۵۹ - ۲۱۰ قبل مسیح) پر ناکام قاتلانہ حملہ کیا تھا ۔

جھینگر

شہنشاہ شیوان تہہ کو جھینگروں کی لڑائی کا تماشا دیکھنے کی لت تھی ۔ اور اس غرض سے ہر سال جھینگر ٹیکس وصول کیا جاتا تھا ۔ صوبہ شینشی میں جھینگر خال خال ھی ملتے تھے ، اور ایک بار ھوا یہ کہ ھوا ین کاؤنٹی کے حاکم نے گورنر کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ایک جھینگر پیش کر دیا جو زبردست لڑاکو ثابت ھوا ۔ بس پھر کیا تھا ۔ کاؤنٹی کے نام فرمان جاری ھوا کہ وہ باقاعدگی سے جھینگر پیش کرے ۔ حاکم نے آگے گاؤں کے نمبرداروں کو حکم دے دیا ۔ اب جسے دیکھو ، جھینگر پکڑ اور پال رھا ھے ۔ لوگ اچھے جھینگروں کے بھاری دام مانگتے اور سرکاری کارندے بھی مال بنانے کا کوئی موقع ھاتھ سے نہ جانے دیتے ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ایک جھینگر کئی کئی کنبوں کی بربادی کا باعث بن جاتا ۔

قصبے میں چھنگ مینگ نامی ایک عالم رھتا تھا ، جو ضلعی امتحان میں کئی بار ناکام ھو چکا تھا ۔ ایک بدمعاش سرکاری کارندے نے اس احمق کو جھینگر ٹیکس کی گراھی پر مقرر کرا دیا ۔ اس نے گلو خلاصی کی بہتری کوشش کی مگر بےسود ۔ سال بھر نہ گزرا تھا کہ اس کی ساری جمع پونجی

صاف ہو گئی اور پھر ٹیکس گراھنے کا زمانہ آ پہنچا ۔ چھنگ میں نہ تو اتنی ہمت تھی کہ لوگوں سے ٹیکس گراھتا اور نہ یہ تاب کہ اپنے پلے سے ادا کر دیتا ۔ آخر نوبت ایں جارسید کہ وہ خود کشی کا سوچنے لگا ۔

" یوں جان گنوانے سے کیا ملے گا ؟ " بیوی نے لتاڑتے ہوئے کہا ، " جاؤ اور خود کوئی جھینگر تلاش کرو ۔ گو مجھے امید نہیں کہ تم کوئی جھینگر پکڑ پاؤ گے ، پھر بھی کوشش کر دیکھو ۔ "

چھنگ کی کچھ ہمت بندھی اور بانس کی نلکی اور چھوٹا سا پنجرہ لے کر جھینگر ڈھونڈنے نکل کھڑا ھوا ۔ وہ شام ڈھلے تک کھنڈروں اور ویرانوں میں مارا مارا پھرتا رہا ۔ کوئی دراڑ اور شگاف نہ چھوڑا ، مگر ساری کوششیں اکارت گئیں ۔ دو تین مردار سے جھینگر جو ھاتھ لگے تھے ، معیار پر پورے نہ اترے ۔ مجسٹریٹ ھر بار مہلت دیتا اور ناکامی کی صورت میں درے لگواتا ۔ یوں دس بارہ دن کے اندر اندر اسے کوئی سو درے لگے ۔ جسم پھوڑے کی طرح یوں دکھنے لگا کہ مزید بھاگ دوڑ کی سکت نہ رھی ۔ وہ بستر میں پڑا بے چینی سے کروٹیں بدلتا اور صرف خود کشی کے بارے میں سوچتا رھتا ۔

ایک دن اتفاق سے ایک کبڑا جوتشی ادھر آ نکلا جو روحیں طلب کر کے قسمت کا حال بتاتا تھا ۔ چھنگ کی بیوی کچھ پیسے لے کر جوتشی کے ھاں پہنچی تو دروازے پر ایک جمگھٹا لگا ھوا تھا ۔ نوخیز لڑکیوں سے لے کر بوڑھی

عورتوں تک ، ایک دوسری پر ٹوٹی پڑ رہی تھیں - اندرونی کمرے کے دروازے پر پردہ لٹک رہا تھا اور باہر میز پر اگردان رکھا تھا - سائل اندر آ کر پہلے اگر جلاتا اور پھر دوزانو ہو جاتا - جوتشی خلاؤں میں گھورتے ہوئے کچھ منتر پھونکتا - اس کے لب گو ہلتے نظر آتے مگر کوئی نہ جان سکتا کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے - کمرے میں ایک عجیب سا اسرار چھایا رہتا ، اور پھر اندرونی کمرے سے ایک پرچی باہر آ گرتی جس پر سوال کا جواب لکھا ہوتا تھا — اور یہ جواب بالکل صحیح ہوتا تھا -

چھنگ کی بیوی نے پیسے میز پر رکھے ، اگر جلایا اور دوسری عورتوں کی طرح دوزانو ہوئی تھی کہ اندرونی کمرے سے ایک پرچی کٹی پتنگ کی طرح بل کھاتی فرش پر آ گری - اس پر تحریر کی بجائے مندر نما عمارت کی تصویر بنی ہوئی تھی - عمارت کے عقب میں طرح طرح کی چٹانیں اور خاردار جھاڑیوں والی چھوٹی سی پہاڑی پر ایک جگہ جھینگر دبکا بیٹھا تھا اور قریب ہی ایک مینڈک اس پر جھپٹنے کی تیاری کر رہا تھا - تصویر تو اس کی سمجھ میں خاک نہ آئی ، تاہم جھینگر ان کی افتاد سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رکھتا تھا - اس نے کاغذ تہہ کیا اور گھر لے آئی -

چھنگ نے تصویر دیکھ کر سوچا ، "یہ ضرور کسی ایسی جگہ کی تصویر ہے ، جہاں جھینگر مل سکتا ہے -"

اس نے دوبارہ غور سے جائزہ لیا تو تصویر اور گاؤں کی مشرقی سمت والی بودھ خانقاہ میں خاصی مشابہت نظر آئی -

چنانچہ کاغذ ہاتھ میں لئے وہ لاٹھی ٹیکتا ہوا خانقاہ کی طرف چل دیا ۔ خانقاہ کے قریب پہنچ کر اسے جھاڑیوں سے اٹی ایک پرانی قبر دکھائی دی ۔ آس پاس کی چٹانیں ہوبہو تصویر کی مانند تھیں ۔ وہ چونک سا گیا اور ہولے ہولے قدم اٹھاتا جھاڑیوں میں نظریں دوڑانے لگا ۔ گویا سوئی یا رائی کا دانہ ڈھونڈ رہا ہو ۔ تاہم تلاش بسیار کے باوجود کچھ ہاتھ نہ آیا ۔ وہ یونہی ٹاسک ٹوئیاں مار رہا تھا کہ دفعتاً ایک سنڈک پھدک کر ایک جھاڑی کے پیچھے جا چھپا ۔ چھنگ بھی ادھر کو لپکا تو دیکھا کہ جھاڑی کی جڑ کے پاس ایک جھینگر بیٹھا تھا ۔ چھنگ نے جھینگر کو پکڑنے کے لئے جھپٹا مارا لیکن وہ پھرتی سے ایک شگاف میں گھس گیا ، چھنگ نے پہلے تنکے سے کام لینے کی کوشش کی لیکن جھینگر ٹس سے مس نہ ہوا مگر جب اس نے شگاف میں پانی ڈالا تو جھینگر باہر آ گیا ۔ جھینگر بڑی اعلیٰ نسل کا دکھائی دیتا تھا ۔ اس کا جسم فربہ ، دم لمبی ، گردن سیاہ اور پر سنہری تھے ۔ چھنگ اسے پنجرے میں بند کرکے گھر لایا تو سارے گھر والے خوشی سے پھولے نہ سمائے ۔ یہ جھینگر ان کی نظروں میں نایاب ترین یشب سے بھی زیادہ بیش بہا تھا ۔ انہوں نے جھینگر کو ایک برتن میں رکھا ۔ روزانہ سفید کیکڑے کے گوشت اور سنگھاڑے کے زرد میدے سے اس کی تواضع کی جاتی اور بڑے پیار سے پال پوس کی جانے لگی تاکہ مقررہ دن حاکم کو پیش کیا جا سکے ۔

چھنگ کا ایک بیٹا تھا ۔ کوئی نو سال کا رہا ہوگا ۔

ایک دن باپ کہیں باہر گیا ہوا تھا کہ اس نے چپکے سے برتن کا ڈھکنا ھٹا دیا اور جھینگر کود کر باہر آ گیا ۔ اب لڑکا جونہی اسے پکڑنے کو ھاتھ بڑھاتا وہ پھرتی سے اچھل کر پرے جا بیٹھتا ۔ آخر بڑی کوشش کے بعد لڑکے نے جھپٹ کر جھینگر کو پکڑا تو اس کی ایک ٹانگ کچل گئی ، پیٹ پھٹ گیا اور اگلے ھی لمحے وہ مر گیا ۔ لڑکا روتا ھوا ماں کے پاس پہنچا اور ماں نے جب سارا قصہ سنا تو اس کے چہرے پر موت کی سی زردی کھنڈ گئی ۔

" شیطان ، باپ کا انتظار تو کر لیا ھوتا ۔ پھر کھیل لیتے جھینگر سے ! " اس نے چلا کر کہا ۔

لڑکا روتا ھوا باھر نکل گیا ۔ تھوڑی دیر بعد چھنگ لوٹا تو جھینگر کے مرنے کا سن کر وہ بھی ادھ موا سا ھو گیا ۔ پھر غصے سے تلملاتا ھوا بیٹے کو ڈھونڈنے نکل کھڑا ھوا مگر اس کا کہیں اتا پتا نہ تھا ۔ اب چاروں طرف ڈھنڈیا پڑی اور آخر ایک کنویں سے اس کی لاش برآمد ھو گئی ۔ میاں بیوی کا غصہ اب رنج و الم میں بدل چکا تھا ۔ چھنگ تلخیٔ حالات سے پھوٹ پھوٹ کر رو دیا اور موت کی دعائیں کرنے لگا ۔ کھپریل کے جھونپڑے میں چولہا ٹھنڈا پڑا تھا اور چار سو عجب بے کسی طاری تھی ۔ شام ڈھلے چھنگ بیٹے کے کفن دفن کو اٹھا لیکن یہ دیکھ کر خوشی سے دیوانہ ھو گیا کہ بچے کی سانس باقی تھی ۔ میاں بیوی دونوں کی جان میں جان آ گئی ۔ آدھی رات بیتے بچے کی سانس گو پوری طرح بحال ھو گئی ، مگر بےھوشی طاری

تھی ۔ جھینگر کا خالی پنجرہ دیکھ کر چھنگ پھر دکھی ہو گیا ، مگر بیٹے کو برا بھلا کہنے کی ہمت نہ ہوئی ۔ رات اسی عالم میں بیت گئی اور صبح جیسے ھی سورج طلوع ہوا ، باہر دروازے پر جھینگر کی چیچیاہٹ سنائی دینے لگی ۔ وہ حیران سا ہو کر اٹھا تو باہر واقعی ایک جھینگر بیٹھا تھا ۔ اس نے جھینگر کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو وہ چرچر کرتا اچک کر پرے جا بیٹھا ۔ اس نے دوبارہ کوشش کی اور جھینگر پھر بچ نکلا ۔ اب جھینگر آگے آگے اور چھنگ پیچھے پیچھے ۔ جھینگر اچکتا ، پھدکتا دیوار کی ایک درز میں جا چھپا اور جب چھنگ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ دیوار پر ایک اور جھینگر بیٹھا تھا ۔ لیکن یہ چھوٹا سا کالے پروں والا اور پہلے جھینگر سے کہیں کم تر تھا ۔ چھنگ اسے نظر انداز کر کے پہلے والے جھینگر کو ڈھونڈنے لگا تو یہ جھینگر اچک کر اس کی آستین پر آ بیٹھا ۔ چھنگ نے غور سے دیکھا تو اس کے پر چتکبرے ، سر چوکور اور ٹانگیں لمبی تھیں ۔ ”ممکن ہے یہ بھی اچھی نسل کا جھینگر ہو !“ یہ سوچ کر چھنگ اسے گھر لے آیا ۔

چھنگ اس جھینگر کو حاکم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا ، مگر اس ڈر سے کہ کہیں مسترد نہ کر دیا جائے ، اس نے جھینگر کو آزمائشی طور پر لڑوانے کا فیصلہ کیا ۔ گاؤں میں ایک نوجوان کے پاس ”نیلا کیکڑا“ نامی جھینگر تھا جو ہر مقابلہ جیت چکا تھا ۔ نوجوان نے اپنے جھینگر کے دام اتنے اونچے لگا رکھے تھے کہ کوئی گاہک ادھر کا رخ

ھی نہ کرتا تھا ۔ نوجوان چھنگ کا جھنگر دیکھ کر مذاق اڑانے لگا اور اپنا جھنگر نکالتے ہوئے بولا ، "دیکھو ، اسے کہتے ھیں جھینگر ! " اور نوجوان کا جھینگر دیکھ کر جھنگ کا حوصلہ بالکل ھی پست ھو گیا اور اتنی ھمت نہ ڑی کہ مقابلے کو کہتا ۔ تاھم جب نوجوان کا اصرار بڑھا تو چھنگ نے بھی یہ سوچ کر جھینگر کو مقابلے پر اتار دیا کہ ھارنے سے کونسی قیامت آ جائے گی ۔ دونوں جھینگروں کو ایک تسلے میں رکھا گیا ، تو چھنگ کا جھینگر دم سادھ کر بیٹھ گیا ۔ نوجوان نے بھرپور قہقہہ مارا اور بال لے کر اسے اکسانے لگا ، مگر جھینگر ٹس سے مس نہ ھوا ۔ یہ دیکھ کر اس کی اور بھی باچھیں کھل گئیں ۔ بار بار اکسانے سے چھوٹا جھینگر غضبناک ھو کر اس قدر وحشیانہ انداز میں حریف پر جھپٹا کہ نوجوان کی سٹی گم ھو گئی اور جوڑ چھڑانے کی تگ و دو میں لگ گیا ۔ ادھر چھوٹا جھینگر ، بڑے فاتحانہ انداز میں چیچیا رھا تھا ۔ چھنگ یہ منظر دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجانے لگا ۔ اچانک ایک مرغا جھینگر پر جھپٹا اور چھنگ کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی ۔ لیکن خوش قسمتی سے مرغے کا ٹھونگا خالی گیا اور جھینگر تڑپ کر پرے ھٹ گیا ۔ مرغا جھینگر کا پیچھا کرنے لگا اور چھنگ کے پاس بےبسی کے عالم میں ھاتھ ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ رھا ۔ مگر اگلے ھی لمحے ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا ۔ مرغا پر پھڑپھڑا بھڑپھڑا کر گردن جھٹکنے لگا ۔ جھینگر نے اچک کر اس کی کلغی میں دانت

گاڑ دیئے تھے ۔ چھنگ کا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا اور اس نے جھینگر کو اٹھا کر واپس پنجرے میں ڈال دیا ۔

چند دن بعد چھنگ نے جھینگر حاکم کی خدمت میں پیش کیا تو اتنا معمولی سا جھینگر لانے پر وہ اسے مغلظات سنانے لگا ۔ چھنگ نے جھینگر کی معرکہ آرائیاں بیان کیں تو اسے یقین نہ آیا اور خود کئی جھینگروں سے اس کا مقابلہ کرایا ۔ چھوٹا جھینگر ہر مقابلے میں سرخرو نکلا ۔ وہ ایک مرغے کو بھی اکھاڑے میں لے آیا اور بالکل وہی ہوا جو چھنگ نے بتایا تھا ۔ جب پوری طرح تسلی ہو گئی تو حاکم نے چھنگ کو انعام دیکر رخصت کیا اور جھینگر گورنر کو پیش کر دیا ۔ گورنر نے جھینگر کو ایک سنہری پنجرے میں بند کرکے اس کی خونخواری کی مکمل رپورٹ کے ساتھ شہنشاہ کو بھجوا دیا ۔

محل میں شہنشاہ نے ایک سے ایک بڑھیا اور اعلیٰ نسل کے جھینگروں کو اس کے مقابلے پر اتارا مگر سب مات کھا گئے ۔ جب شہنشاہ نے یہ دیکھا کہ جھینگر اکثر موسیقی کی لے پر رقص بھی کرتا ہے تو وہ اس کا بالکل ہی دیوانہ ہو گیا اور خوش ہو کر گورنر کو عمدہ نسل کے گھوڑے اور خلعت فاخرہ سے نوازا ۔ گورنر نے اس کاؤنٹی کے حاکم پر نوازشات کی بارش کر دی ، جہاں سے جھینگر بھیجا گیا تھا اور حاکم نے از رہ عنایت چھنگ کو ہر قسم کے محاصل سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور مقامی ممتحن کو ہدایت کی کہ اسے اگلے امتحان میں پاس کر دیا جائے ۔

ایک سال بعد چھنگ کا بیٹا ہوش میں آ گیا اور کہنے لگا ، "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بڑا پھرتیلا اور لڑاکا جھینگر بن گیا ہوں ۔ اور پھر میری آنکھ کھل گئی ۔"

گورنر نے چھنگ کو اچھا خاصا انعام بھی دیا اور چند سال کے اندر اندر وہ ایک بڑی جاگیر ، مکانوں ، دکانوں اور مویشیوں کے گلوں کا مالک بن گیا ۔ وہ جب بھی سفر پر نکلتا ، اس کا لباس اور بگھی دیکھ کر لوگ امراء کو بھول جاتے ۔

داستان گو لکھتا ہے : شہنشاہوں کا کیا ہے ۔ ایک بار کچھ کہا یا کیا اور بھول بھال گئے ، مگر ماتحت اسے ایک ضابطہ بنا دیتے ہیں ۔ اور جب حکام لالچی اور ان کے کارندے جابر ہوں تو لوگ بیوی بچوں تک کو بیچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شہنشاہ کو ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیئے ، کیونکہ رعایا براہ راست ان اقدامات کی زد میں آتی ہے ۔ چھنگ جو پہلے حکام کی چیرہ دستیوں کے نتیجے میں کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا تھا ، محض ایک جھینگر کی بدولت دولت میں کھیلنے لگا اور شاندار بگھیاں اس کے اشارۂ ابرو کی منتظر رہنے لگیں ۔ جب وہ محض ٹیکس گراھتا تھا تو کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس کے دروازے پر یوں ھاتھی جھومیں گے ، بلکہ اکثر پٹ کر آتا تھا ! بہرحال دیوتا ایک دیانتدار شخص کو نوازنا چاھتے تھے ، لہذا گورنر اور حاکم علاقہ بھی جھینگر کی بدولت انعام و اکرام سے نوازے گئے ۔ اس پرانی کہاوت

میں کس قدر سچائی جھلکتی ہے کہ : ”کوئی انسان دیوتا بن کر آسمانوں پر پہنچتا ہے تو لوگ اس کی مرغیوں اور کتوں کو بھی پوجنے لگتے ہیں ۔“

ننھے شکاری کتے

وی چونگ تھانگ صوبہ شانشی کا رھنے والا تھا ۔ طالب علمی کے زمانے میں شور شرابے اور پڑھائی میں خلل سے بچنے کے لئے وہ ایک مندر میں رھنے لگا ، مگر وھاں اس قدر کھٹمل ، مچھر اور پسو تھے کہ وہ رات بھر پلک نہ جھپک سکتا تھا ۔

ایک روز شام کے کھانے کے بعد وہ بستر پر لیٹا آرام کر رھا تھا کہ اچانک ایک جنگجو سرپٹ گھوڑا دوڑاتا دروازے کے راستے اندر آ گیا ۔ جنگجو کا قد زیادہ سے زیادہ دو انچ رھا ھوگا ۔ سر پر جنگلی مرغے کے دو پروں کی کلغی ۔ دونوں بازوؤں میں کالی ڈھالیں اور کندھے پر مکھی جتنی جسامت کا باز ۔ اس کا گھوڑا بھی پتنگ سے بڑا نہ تھا ۔ وی متحیر نظروں سے اسے دیکھ رھا تھا کہ اسی سج دھج میں ایک اور جنگجو اندر آ گیا ۔ اس کے کندھے پر ننھی سی کمان اور کمر پر ترکش لٹک رھا تھا ۔ ساتھ ایک شکاری کتا بھی تھا ، زیادہ سے زیادہ بڑے چیونٹے کی جسامت کا ۔ اور پھر دیکھتے ھی دیکھتے ننھے منے جنگجوؤں کی ایک فوج کمرے میں داخل ھونے لگی ۔ کوئی گھوڑے پر سوار تو کوئی پیدل ۔ اور ھر ایک کے ساتھ ایک باز اور ایک شکاری کتا ۔

جنگجو جہاں کسی مچھر یا مکھی کو اڑتا پاتے ، ان پر باز چھوڑ دیتے ۔ ادھر شکاری کتوں نے بستر اور دیواروں پر چڑھ کر کھٹملوں اور پسوؤں کو ٹھکانے لگانا شروع کر دیا ۔ حتیٰ کہ انہوں نے درزوں اور جھریوں میں چھپے ہوئے شکار کو بھی ڈھونڈ نکالا اور موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ یوں دم بھر میں مچھروں ، مکھیوں ، جوؤں اور پسوؤں کا صفایا ہو گیا ۔ وی بظاہر سوتا بنا رہا اور کئی باز اور شکاری کتے اس کے جسم پر بھی شکار ڈھونڈتے رہے ۔

اب ایک آدمی کمرے میں آیا جو دیکھنے میں ان کا شہنشاہ لگتا تھا ۔ اس نے زرد لباس اور تاج پہن رکھا تھا ۔ شاہی بگھی کے چاروں گھوڑے چلمن سے باندھے گئے اور وہ خود دوسرے بستر پر بیٹھ گیا ۔ اس کے ہمرکاب بھی گھوڑوں سے اترے ، تمام مچھروں ، مکھیوں ، جوؤں اور پسوؤں کی لاشوں کا ڈھیر لگایا اور شہنشاہ کے دونوں جانب مودب کھڑے ہو گئے ۔ ان کی گفتگو ناقابل فہم تھی ۔ کچھ دیر بعد شہنشاہ پھر بگھی میں بیٹھا ، اس کے ہمراہی بھی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور سب مٹر کے دانوں کی طرح لڑھکتے دھول کے بادل اڑاتے ہوا ہو گئے ۔

وی نے سارا منظر جاگتی آنکھوں دیکھا تھا اور سخت حیران کہ وہ لوگ کہاں سے آئے تھے ۔ وہ پنجوں کے بل چلتا باہر نکلا مگر ان کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا ۔ اس نے کمرے میں واپس آ کر سارے کونے کھدرے چھان مارے اور بالآخر ایک منا شکاری کتا نظر آ گیا ۔ اس نے فوراً

کتے کو اٹھا کر ایک صندوقچی پر بٹھا دیا ۔ کتا خاصا سدھا ہوا لگتا تھا ۔ وی بڑی محویت کے ساتھ اس کی حرکات و سکنات دیکھنے لگا ۔ اس کے بال بےحد مہین اور ملائم تھے ، اور گردن میں چھوٹا سا پٹہ بڑا ہوا تھا ۔ وی نے کتے کے آگے چاول ڈالے تو اس نے سونگھ کر چھوڑ دیئے ۔ پھر اس نے چارپائی اور کرسیوں کے جوڑوں میں کھٹمل اور جوؤں کے انڈوں تک کا صفایا کیا اور اس کام سے فراغت کے بعد دوبارہ صندوقچی میں آ کر لیٹ گیا ۔

اگلی صبح وی کا خیال تھا کہ شکاری کتا چلا گیا ہوگا لیکن صندوقچی میں جھانک کر دیکھا تو وہ وھیں بیٹھا تھا ۔ وی جب بھی لیٹتا ، کتا بستر پر گشت شروع کر دیتا اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھٹملوں اور پسوؤں کو ھلاک کرتا ۔ کتے کو دیکھ کر مچھروں اور مکھیوں کو نیچے آنے کی ھمت ھی نہ ھوتی ۔ وی کتے کا بےحد خیال رکھنے لگا ۔

ایک دن وی قیلولہ کر رھا تھا کہ کتا چپکے سے آ کر اس کی پیٹھ پر لیٹ گیا اور وی نے کروٹ لی ، وہ نیچے دب گیا ۔ وی کو پیٹھ پر کچھ چھبن سی محسوس ھوئی تو وہ اچھل پڑا اور پھر جھک کر دیکھا تو کتا دب کر یوں پچک چکا تھا گویا کاغذ سے تراشا گیا ھو ۔ تب سے کمرے میں کبھی جوئیں ، کھٹمل دکھائی نہ دیئے ۔

کبوتروں کی انوکھی کہانی

کبوتروں کی ان گنت قسمیں ہیں ۔ شانشی کا ارضی ستارہ ، شان تونگ کا نازک لقا ، کوئیچو کا تتلی کا پر ، ہنان کا لوٹن اور چیہہ چیانگ کا گوُدم تو نایاب اقسام سمجھی جاتی ہیں ۔ پھر کل سرا ، چتکبرا ، ماہ رخ ، کالاپتھر ، بلبل ، چشم‌سگ اور جانے کیا کیا ۔ ان کی صرف پر کھیئے ہی پہچان کر سکتے ہیں ۔

زو پھینگ کاؤنٹی کا ایک نوجوان چانگ یو لیانگ کبوتروں پر جان دیتا تھا ۔ ہر وقت نت نئے قسم کے کبوتروں کے کھوج میں رہتا ، یہاں تک کہ کبوتروں کی جتنی بھی قسمیں لوگوں کو معلوم تھیں ، سب اس کے پاس جمع ہو گئیں ۔ وہ اپنے بچوں کی طرح ان کی دیکھ بھال کرتا ۔ سردیاں ہوتیں تو پتے اور جڑی بوٹیاں کھلاتا ۔ گرمیاں آتیں تو نمک چٹاتا ۔ کبوتر نیند کے رسیا ہوتے ہیں ، لیکن زیادہ دیر سونے سے انہیں لقوہ ہو جاتا ہے اور مر جاتے ہیں ۔ چنانچہ چانگ نے یانگچو میں دس تائل کے عوض ایک کبوتر خریدا جو تھا تو پدا سا مگر ٹک کے بیٹھنا گویا سیکھا ہی نہ تھا ۔ جونہی زمین پر چھوڑا جاتا ، غٹرغوں غٹرغوں کرتا چکر پہ چکر کھانے لگتا ۔ لہذا اسے زیادہ‌تر ہاتھ ہی میں رکھنا پڑتا ۔

اس کا نام " رات کا پنچھی" تھا ۔ چانگ اسے رات کو دوسرے کبوتروں میں چھوڑ دیتا تاکہ وہ بھی جاگتے رہیں ۔ سارے شان تونگ کے کبوتر باز چانگ کے آگے پانی بھرتے تھے ۔ اسے اپنے کبوتروں پر بڑا ناز تھا ۔

ایک شب چانگ دیوان خانے میں بیٹھا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور سر تا پا سفید لبادے میں ایک اجنبی نوجوان اندر آ گیا ، چانگ نے نام پوچھا تو اس نے جواب دیا ، " نام میں کیا رکھا ہے ۔ بس ایک مسافر ہوں ۔ دور دور تک آپ کے کبوتروں کا شہرہ ہے ۔ میرا واحد شوق یہی کبوتر ہیں ، چنانچہ دیکھنے چلا آیا ۔" یہ سن کر چانگ نے اپنے سارے کبوتر اسے دکھا دیئے ۔ ان میں ہر رنگ کے کبوتر تھے ۔ اطلس کی مانند نرم و ملائم کبوتر !

" آپ کا شہرہ بے سبب نہیں ،" نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا ، " آپ کو کبوتر پالنے میں بلاشبہ ملکہ حاصل ہے ۔ میرے پاس بھی ایک جوڑا ہے ۔ آپ دیکھنا پسند کریں گے ؟"

چانگ خوشی خوشی اس کے ہمراہ چل دیا ، مگر جلد ہی دھندلی چاندنی اور اجاڑ دیہی علاقہ دیکھ کر اس کے دل میں وسوسے سر اٹھانے لگے ۔ اچانک اجنبی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ، " وہ رہی ہماری منزل ۔" اور واقعی کچھ دیر بعد دونوں ایک مندر کے دروازے پر جا پہنچے ۔ اس میں دو کمرے تھے ۔ اندر اندھیرا ہو رہا تھا ، لہذا نوجوان چانگ کا ہاتھ تھام کر آگے آگے چلنے لگا ۔

صحن میں پہنچ کر نوجوان نے کبوتر کی طرح غٹرغوں

کی تو عام قسم کے دو کبوتر پر پھڑپھڑاتے نمودار ہو گئے ۔ تاہم ان کے پر برف کے گالوں کی مانند سفید تھے ۔ دونوں غٹرغوں غٹرغوں کرتے ہوا میں قلابازیاں کھانے لگے اور بالآخر مالک کے اشارے پر اڑ گئے ۔

اب نوجوان نے عجیب سی سیٹی بجائی تو دو اور کبوتر جانے کہاں سے نکل آئے ۔ ایک تو بطخ جتنا تھا اور دوسرا بس مٹھی برابر ۔ دونوں نے لق‌لق کی طرح سیڑھیوں پر ناچنا شروع کر دیا ۔ بڑا کبوتر گردن بڑھاتا اور پر پھیلا کر ادھر ادھر جھولتا یا غٹرغوں غٹرغوں کرتا ہوا اچک اچک کر چھوٹے کو اپنی طرف متوجہ کرتا ، چھوٹا اڑتا ہوا کبھی اوپر جاتا ، کبھی نیچے آتا اور آخر میں پر پھڑپھڑاتا یوں بڑے کے سر پر آ بیٹھتا جیسے ابابیل پام کے پتے پر ۔ ایسے میں یہ محسوس ہوتا گویا طنبورے سے دھیمی دھیمی لے پھوٹ رہی ہو ۔ پھر بڑا جسم ہلائے بغیر سر کو جھٹکا دیتا اور دونوں کی غٹرغوں تیز ہوتی جاتی جیسے پتھر کی گھنٹیاں بج اٹھی ہوں ۔ آخر چھوٹا اڑ جاتا اور بڑا پھر اسے اپنی طرف راغب کرنے کے لئے رقصاں ہو جاتا ۔

چانگ پر سحر سا طاری تھا ۔ اس نے زندگی میں کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا ۔ وہ ایسے چند عجیب و غریب کبوتروں کے لئے نوجوان کے سامنے گڑگڑانے لگا اور انکار پر اس کی التجائیں دونی ہو گئیں ۔ آخر نوجوان نے اس جوڑے کو ششکار کر اڑا دیا اور سفید کبوتروں کے جوڑے کو بلا کر ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا ، " چاہو ، تو یہ کبوتر

دے سکتا ہوں ۔"

چانگ نے کبوتر لے کر دیکھے تو ان کی آنکھیں چاندنی میں کہربا ہو رہی تھیں ۔ بالکل شفاف ! اور پتلیاں ایسی گول اور سیاہ گویا کالی مرچ کے دانے ۔ اس نے کبوتروں کے پر پھیلائے تو پسلیوں کا گوشت بھی اس قدر شفاف پایا کہ جسم کا ایک ایک عضو صاف نظر آ رہا تھا ۔ یہ کبوتر عجوبۂ روزگار تھے ، پھر بھی چانگ مزید کبوتروں کے لئے اصرار کرتا رہا ۔ اور جب تقاضا بہت بڑھا تو نوجوان کہنے لگا ،

"میرے پاس کبوتروں کی دو اور قسمیں ہیں جو تم نے نہیں دیکھیں ۔ اور نہ میں دکھاؤں گا ۔"

تقاضے اور انکار کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ چانگ کے نوکر مشعلیں لئے اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہاں آ پہنچے ۔ چانگ نوجوان کی طرف مڑا تو دفعتاً مرغے کی جسامت کا ایک سفید کبوتر پھر سے آسمان کی جانب اڑتا دکھائی دیا اور ساتھ ہی صحن اور مندر کا بھی نشان تک مٹ گیا ۔ اب وہاں صرف ایک پرانی قبر تھی اور صنوبر کے دو درخت !

چانگ اور اس کے نوکر کچھ دیر تو حیرت سے دم بخود کھڑے رہے اور پھر کبوتر لے کر گھر آ گئے ۔ چانگ نے انہیں دوچار بار آزمایا تو وہ اعلیٰ پائے کے تربیت یافتہ نکلے ۔ یہ کوئی اعلیٰ ترین نسل تو نہ تھی ، مگر دنیا میں ایسے کبوتر شاید کبھی نہیں دیکھے گئے تھے ۔ چانگ بڑی توجہ سے ان کی دیکھ بھال کرنے لگا ۔ دو سال بعد انڈوں سے بچے نکلے تو ان میں تین نر تھے اور تین مادہ ۔ چانگ

کو ان کبوتروں سے جدائی گوارا نہ تھی ۔ حتیٰ کہ اس نے قریبی رشتہ‌داروں اور دوستوں کو بھی انکار کر دیا ۔

چانگ کے باپ کا ایک دوست کوئی اعلیٰ افسر تھا ۔ ایک بار اس نے کبوتروں کے بارے میں پوچھا تو چانگ نے یونہی سرسری سا جواب دیا ۔ تاہم کمرے سے نکلتے ہوئے اس نے سوچا کہ اس شخص نے کبوتروں میں اتنی دلچسپی ظاہر کی ، لہذا اسے تحفے میں ایک جوڑا دے دینا چاہیئے ۔ چانگ کو اپنے چہیتے کبوتروں سے جدائی گوارا نہ تھی ۔ مگر اتنے معزز شخص کو معمولی کبوتروں پر بھی تو نہیں ٹرخایا جا سکتا تھا ۔ چنانچہ بہت سوچ بچار کے بعد اس نے دو سفید کبوتر تحفے میں دے دیئے ۔ چانگ کی نظروں میں یہ تحفہ انمول تھا ۔ لیکن اگلی بار جب وہ اعلیٰ افسر آیا تو شکریئے کا ایک لفظ تک اس کے منہ سے نہ نکلا ۔ چانگ رہ نہ سکا اور پوچھنے لگا ،

”کہیئے ، میرے کبوتر پسند آئے ؟ “

”ارے ہاں ، خاصے تکڑے اور لذیذ تھے ۔ “

یہ جواب سن کر چانگ کو دھچکا سا لگا ۔

”یعنی آپ نے کبوتر کھا لئے تھے ؟ “

”ہاں بھئی ۔ “

”لیکن وہ کوئی معمولی قسم کے کبوتر نہ تھے ، “ چانگ نے ذرا خفگی سے کہا ، ”وہ تو ایک نایاب قسم تھی ! “

”مزے میں تو کوئی فرق محسوس نہیں ہوا تھا ۔ “

افسر نے بات ختم کر دی ۔

چانگ کو بےحد دکھ ہوا ۔ اور اسی رات خواب میں سفید پوش نوجوان کو دیکھا جو اسے ملامت کرنے لگا ، " میں نے اپنے بچے تمہارے سپرد کر دیئے تھے ، یہ سوچ کر کہ تم ان کی مناسب دیکھ بھال کروگے ۔ مگر تم نے نو موتی کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیئے ۔ کوئی انہیں ذبح کرکے کھا گیا ! اب میں اپنے باقی بچوں کو ساتھ لے جاؤں گا ۔ "

یہ کہہ کر اس نے کبوتر کا روپ بدلا اور جونہی غٹرغوں کی ، چانگ کے سفید کبوتر اس کے پیچھے پیچھے اڑ گئے ۔ اگلے دن چانگ نے دڑبا دیکھا تو سفید کبوتر غائب تھے ۔ اس کا دل ٹوٹ گیا اور تھوڑے ہی دنوں میں اس نے اپنے سارے کبوتر دوستوں میں بانٹ دیئے ۔

داستان گو لکھتا ہے : یہ بات واقعی سچ ہے کہ کوئی اگر کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو وہ چیز اسے ضرور ملتی ہے ۔ نواب شیہہ کو اژدھوں سے اتنا پیار تھا کہ ایک دن جیتا جاگتا اژدھا اس کے گھر آ گیا ۔ * یہی بات ان عالموں پر صادق آتی ہے جو اچھے دوستوں کے متلاشی رہتے ہیں اور قابل وزیروں کے قدردان بادشاہوں کی تمنا

---

* ایک مشہور چینی قصہ ۔ نواب شیہہ نے اپنے گھر کی در و دیوار پر اژدھوں کی تصویریں بنوا رکھی تھیں ۔ یہ دیکھ کر ایک دن جیتا جاگتا اژدھا اس کے گھر آ گیا ۔

کرتے ھیں ۔ لیکن پیسہ ایک ایسی شے ھے جس کی تمنا تو بہت سے لوگ کرتے ھیں ، لیکن ملتا کسی کسی کو ھے ۔ سچ تو یہ ھے کہ دیوتا حریصوں سے نفرت کرتے ھیں ، محبت کرنے والوں سے نہیں ۔

بھیڑیوں کا خواب

صوبہ ھیے میں ایک بوڑھا رھتا تھا ، جس کا نام پائی تھا ۔ اس کا بڑا بیٹا چیا مجسٹریٹ بن کر جنوب کے کسی دوردراز ضلع میں چلا گیا اور تین سال تک اس کی کوئی خیر خبر نہ آئی ۔

ایک دن دور کا ایک رشتہ‌دار جس کا نام تینگ تھا ، پائی سے ملنے آ گیا ۔ یہ تینگ عرصۂ دراز کے بعد آیا تھا لہذا اس کی خوب آؤبھگت کی گئی ۔ تینگ جادو ٹونا بھی جانتا تھا ، چنانچہ گفتگو کے دوران پائی نے اس سے دوسری دنیا کے بارے میں پوچھا اور تینگ نے کچھ محیرالعقول واقعات سنائے تو پائی کے ھونٹوں پر استہزائیہ مسکراھٹ کھیلنے لگی ۔ کچھ دن بعد پائی سو رھا تھا کہ تینگ آیا اور اسے سیر کو لے گیا ۔ بوڑھا پائی اس کے ھمراہ چلتے چلتے ایک شہر میں جا پہنچا اور تینگ نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ھوئے کہا ،

” یہاں آپ کا بھانجا رھتا ھے ۔ “

” یہ کیسے ھو سکتا ھے ؟ وہ تو شانشی میں مجسٹریٹ ھے ۔ “ پائی نے حیران ھو کر پوچھا ۔

” یقین نہ ھو تو اندر جاکر دیکھ لیں ۔ “ تینگ نے

جواب دیا ۔

پائی اندر داخل ہوا تو واقعی اس کا بھانجا اعلیٰ افسر کی وردی پہنے ہال میں بیٹھا تھا ۔ اردگرد بہت سے ہتھیار بند محافظ اور پرچم بردار خادم کھڑے تھے ۔ بوڑھا بھانجے کو اپنی آمد کی خبر دینے کے لئے ابھی کسی کو ڈھونڈ رہا تھا کہ تینگ اسے کھینچ کر باہر لے آیا ۔

" آپ کے بیٹے کی کچہری بھی یہاں سے زیادہ دور نہیں ۔ کیا خیال ہے ملیں گے اس سے ؟ "

پائی نے اثبات میں سر ہلایا اور دونوں ایک اور حویلی کے سامنے جا کھڑے ہوئے ۔

" آئیے اندر چلتے ہیں ۔ " تینگ نے کہا ۔

لیکن پائی نے دیکھا کہ دروازے پر ایک موٹے تازے بھیڑیئے نے راستہ روک رکھا ہے تو قدم اٹھانے کی ہمت نہ پڑی ۔

" آئیے ، آئیے ! " تینگ نے اصرار کیا ۔

دونوں ایک اور دروازے سے ہال میں پہنچے تو وہاں اندر باہر ، ہر طرف بھیڑیئے ہی بھیڑیئے تھے ۔ کوئی بیٹھا تھا تو کوئی لیٹا ہوا ۔ صحن میں سفید ہڈیوں کا ایک انبار دیکھ کر پائی کی گھگی بندھ گئی ۔ تاہم تینگ اسے اپنی حفاظت میں لے کر آگے بڑھتا چلا گیا ۔ اچانک ایک طرف سے جیا برآمد ہوا اور ان دونوں کو دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں ۔ اس نے بڑے ادب سے انہیں اندر لا کر بٹھایا اور خادموں کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا ۔ تھوڑی دیر

میں ایک بھاری بھرکم بھیڑیا منہ میں انسانی لاش دبائے اندر آ گھسا ۔

"یہ کیا ہے ؟ " پائی نے خوف سے تقریباً اچھلتے ہوئے پوچھا ۔

"ابا جان ، معمولی سا کھانا ہے ۔ شوق فرمائیے ! " بیٹے نے جواب دیا ۔

بوڑھے پائی نے جلدی سے لاش پرے دھکیل دی ۔ اس کا دل بری طرح دھک دھک کر رہا تھا ۔ وہ تو راہ میں بھیڑیئے کھڑے تھے ، ورنہ اسی وقت وہاں سے نکل گیا ہوتا ۔ ابھی وہ سوچوں میں غلطاں تھا کہ اچانک بھیڑیوں میں افراتفری مچ گئی اور میز کرسیوں تلے پناہ ڈھونڈنے لگے ۔ اتنے میں دو زرہ‌پوش جنگجو اندر داخل ہوئے اور ایک کالے رسے سے چیا کی مشکیں کس دیں ۔ چیا کھڑے کھڑے فرش پر گرا اور نوکیلے دانتوں والے شیر کا روپ دھار گیا ۔ ایک جنگجو نے تلوار کھینچی اور شیر کا سر دھڑ سے جدا کرنے کو تھا کہ دوسرے نے روک دیا :

"ٹھہرو ! یہ کام اگلے سال کے چوتھے مہینے ہوگا ۔ فی‌الحال اس کے دانت توڑ دو ۔ "

انہوں نے بڑا سا گرز نکالا اور چند ہی ضربوں میں شیر کے دانت کمرے میں بکھر گئے ۔ شیر درد سے بلبلا اٹھا اور اس کی دھاڑ سے پہاڑیاں تک گونج اٹھیں ۔ پائی کی آنکھ کھل گئی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا ۔ تو یہ سب خواب تھا ۔

اس کے دل میں وسوسے سر اٹھانے لگے اور تینگ کو بلوا بھیجا ۔ لیکن تینگ نے آنے سے معذرت کر دی ۔ پائی نے چیا کے نام خط لکھا جس میں اسے نیک چلنی کی تلقین کی اور منجھلے بیٹے کے ھاتھ خط بھجوا دیا ۔ چھوٹا بھائی چیا کے ھاں پہنچا تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ چیا کے سارے اگلے دانت غائب تھے ۔ گو چیا نے تاویل یہ کی کہ دانت نشے کی حالت میں گھوڑے سے گرنے کے سبب ٹوٹے تھے ، مگر یہ واقعہ عین پائی کے خواب والے دن پیش آیا تھا ۔ چیا نے جب باپ کا خط پڑھا تو رنگ فق ھو گیا ، تاھم خود کو سنبھالتے ھوئے بولا ،

" یہ تو محض ایک اتفاق ھے ۔ خواب کی بھلا کیا حقیقت ؟ "

ان دنوں وہ ترقی کے لئے اعلیٰ حکام کو دھڑادھڑ رشوتیں دینے میں لگا ھوا تھا لہذا عجیب و غریب خواب کو بالکل نظرانداز کر دیا ۔ چھوٹا بھائی چند دن اس کے ھاں رھا اور اس دوران کچہری میں رشوت‌خور کارندوں اور صبح سے رات تک رشوت دینے والوں کا ھجوم دیکھا تو پرنم آنکھوں سے چیا کو نصیحتیں کرنے لگا ، جس پر وہ جھلا اٹھا اور بولا ،

" تم گاؤں سے آئے ھو ۔ حاکمانہ زندگی بھلا کیا جانو ؟ ترقی کا انحصار عام لوگوں پر نہیں ، بالا افسروں پر ھوتا ھے ۔ بالا افسر راضی رھیں تو مطلب یہ ھوتا ھے کہ آدمی اچھا افسر ھے ۔ لیکن عوام کی خدمت کرکے کوئی بالا افسروں

کو کیونکر خوش رکھ سکتا ہے ؟ “

چپا نے چھوٹے بھائی کی باتوں پر کوئی دھیان نہ دیا تو وہ آزردہ خاطر لوٹ آیا اور باپ کو ساری رام کہانی سنا دی ۔ بوڑھا پھوٹ پھوٹ کر رو دیا ۔ اس نے اپنی جائیداد غریبوں میں بانٹ دی اور پوجا پاٹ میں وقت بتانے لگا ۔ وہ ہر وقت دیوتاؤں سے یہی دعا مانگتا رہتا کہ چپا گناھوں ہر سزا وار ٹھہرے تو ٹھہرے ، پر اس کے معصوم بیوی بچے ابتلا سے بچ نکلیں ۔

اگلے سال خبر ملی کہ چپا ترقی پاکر وزارت امور عامہ میں اعلیٰ افسر بن گیا ہے تو پائی کے ھاں مبارکباد دینے والوں کا تانتا بندھ گیا ، مگر وہ بستر سے لگ گیا اور ملاقانیوں سے معذرت کر دی ۔ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ایک اور اطلاع آ گئی ۔ چپا اور اس کے متعدد ملازموں کو راھزنوں نے قتل کر دیا تھا ۔ یہ خبر سن کر پائی کی بیماری خود بخود جاتی رھی ۔ وہ ملنے جلنے والوں سے یہی کہتا ،

” چپا کو اس کے گناھوں کی سزا ملی ہے ۔ آخرکار دیوتاؤں نے ھمارے کنبے پر نظر کرم کر ھی دی ! “

ماتم پرسی کو آنے والے دوست احباب یہی کہتے رہے کہ ممکن ہے اطلاع غلط ھو ، لیکن پائی کو پورا یقین ھو چکا تھا ۔ اس نے بیٹے کی تکفین کا انتظام بھی شروع کر دیا ۔

ادھر چپا دراصل مرا نہیں تھا ۔ چوتھے مہینے عہدے سے برطرفی کے بعد وہ گھر واپس جا رھا تھا کہ راستے میں ڈاکوؤں نے آ لیا ۔ چپا نے اپنی ساری پونجی ان کے حوالے

کر دی لیکن وہ کہنے لگے : " ہم کاؤنٹی کے ان تمام لوگوں کا انتقام لینے آئے ہیں جو تمہاری چیرہ دستیوں کا شکار ہوئے ۔ ہمیں تمہارے پیسے کی کوئی حرص نہیں ! " اس کے ساتھ ہی انہوں نے چیا کا سر قلم کر دیا ۔

اب انہوں نے پوچھا کہ سی تا چھنگ کون ہے ۔ سی تا چھنگ دراصل چیا کا اصل کارندہ اور اس کے تمام جرائم میں برابر کا شریک تھا ۔ دوسرے کارندوں کی نشاندہی پر ڈاکوؤں نے اسے اور چار ان کارندوں کو بھی قتل کر ڈالا جنہیں چیا اپنے ساتھ دارالحکومت لیجا رہا تھا ، کیونکہ وہ لوگوں سے مال بٹورنے میں خاص ملکہ رکھتے تھے ۔ یوں ڈاکوؤں نے انتقام کی آگ بجھائی ، مال غنیمت آپس میں بانٹا اور ہوا ہو گئے ۔

چیا کی روح ابھی آس پاس میں منڈلا رہی تھی کہ ایک افسر کا ادھر سے گزرا ہوا ۔ استفسار پر اس کے ہمراہیوں نے بتایا کہ مجسٹریٹ پائی کو ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہے ۔

" چچ چچ چچ ! " افسر نے کہا ، " بوڑھے پائی کا بیٹا ؟ بیچارہ اس عمر میں بیٹے کی سر بریدہ لاش دیکھے گا ۔ نہیں نہیں ۔ سر کو دوبارہ دھڑ سے جوڑ دو ۔ "

ایک کارندہ آگے بڑھ کر سر کو دھڑ سے جوڑ رہا تھا کہ افسر یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گیا : " چیا بڑا ظالم مجسٹریٹ تھا ۔ سر کو سیدھے رخ پر نہ رکھو ۔ ٹھوڑی پر ٹکا دو ۔ "

دھیرے دھیرے چیا کی سانس بحال ہونے لگی ۔ اس کے بیوی بچے پہنچے تو وہ ہنوز زندہ تھا ۔ انہوں نے اس کے منہ میں پانی چوایا اور اٹھا کر گھر کو چل دیئے ۔ تاہم مالی حالت خستہ ہونے کے سبب وہ لمبے سفر کے قابل نہ تھے ، لہذا ایک سرائے میں ٹھہر گئے ۔ چھ ماہ بعد بوڑھے بائی کو خبر پہنچی تو اس نے منجھلے بیٹے کو بھیجا اور وہ چیا کو اٹھوا کر گھر لے آیا ۔ چیا کی جان بچ گئی تھی لیکن گردن ٹیڑھی ہونے کی وجہ سے صرف پیچھے کی طرف ہی دیکھ سکتا تھا اور دیکھنے میں انسان سے زیادہ عفریت لگتا تھا ۔ بوڑھے پائی کا بھانجا ، بہرحال اچھا رہا اور اسی سال ترقی پا کر شاہی محتسب کے عہدے پر جا پہنچا ۔ اور یوں پورا خواب حقیقت بن کر سامنے آ گیا ۔

داستان گو لکھتا ہے : اس دنیا میں بہت سے حاکم شیر اور ان کے کارندے بھیڑیا صفت ہوتے ہیں ۔ اگر کوئی حاکم شیر نہ بھی ہو تو یہ ضروری نہیں کہ اس کے ماتحت بھیڑیئے نہ ہوں ۔ اور بعض حاکم تو شیروں سے بھی بدتر ہوتے ہیں ۔ مصیبت یہ ہے کہ آدمی اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھتا ۔ لیکن چیا کو جب دوسری بار زندگی ملی تو وہ اپنے آپ کو انہی نظروں سے دیکھنے پر مجبور ہو گیا جن نظروں سے دوسرے دیکھتے تھے ۔ دیوتاؤں کے کھیل واقعی نرالے ہیں ۔

عامل اور لومڑی

تھائی شان کے ایک شخص شی تھائی پھو کو جادو اور تعویذ گنڈے کرنے کا شوق تھا ۔ ایک دن ایک تاؤ پجاری نے اس کی ذھانت سے متاثر ھو کر اسے چیلا بنا لیا اور دو ٹوٹکے سکھائے ۔ ایک تو لومڑی کی روحوں کو قابو کرنے اور دوسرا آسیب اتارنے کا ۔ پجاری نے اسے ایک کتاب بھی دی اور کہا ،

" اس کتاب کو سنبھال کر رکھنا ۔ یہ تمہیں روٹی کپڑا دے گی اور ایک خوبصورت بیوی بھی ۔ "

شی نے پجاری کا اتاپتا پوچھا تو وہ کہنے لگا ، " میرا نام وانگ چھی چھنگ ھے اور کھائی فنگ کے شمالی جانب ایک گؤں میں شیوان تی سندر میں رھتا ھوں ۔ " وہ کئی دن شی کے پاس رھا اور اپنے سب جادو اور ٹونے ٹوٹکے سکھا دیئے ۔ چنانچہ شی آسیب اتارنے کا ماھر بن گیا اور تھوڑے ھی عرصے میں شی کے دروازے پر حاجتمندوں کا ھجوم رھنے لگا ۔

ایک دن ایک بوڑھا شی کے پاس آیا ۔ اس نے اپنا نام ونگ بتایا اور کہنے لگا ، " میری بیٹی پر آسیب کا سایہ ھے ۔ اس کی جان خطرے میں ھے ۔ آپ اگر چل کر لڑکی کو دیکھ لیں تو منہ مانگا معاوضہ دوں گا ۔ " شی نے جب یہ

سنا کہ کسی کی زندگی بچانے کا معاملہ ھے تو پیشگی معاوضہ لینے سے انکار کر دیا اور فوراً بوڑھے کے ھمراہ ھو لیا ۔ کئی میل کی مسافت کے بعد وہ ایک پہاڑی گؤں میں پہنچے ۔ بوڑھے ونگ کی حویلی بڑی شاندار تھی ۔ وہ شی کو ایک کمرے میں لے گیا جہاں ایک لڑکی سہین پردے کے پیچھے مسہری پر سو رھی تھی ۔ خادمہ نے پردہ ھٹا دیا ۔ لڑکی لگ بھگ پندرہ سال کی تھی ۔ اس کے چہرے سے وحشت برس رھی تھی گویا مدتوں سے بیمار ھو ۔ شی لڑکی کا معائنہ کرنے کے لئے قریب گیا تو دفعتاً اس نے آنکھیں کھول دیں اور چلا اٹھی ،

”آخر ، ایک قابل معالج آ ھی گیا ! “

لڑکی کی آواز سن کر سارے کنبے کے چہرے کھل اٹھے کیونکہ وہ کئی دن سے بالکل گنگ پڑی تھی ۔ شی کمرے سے نکل آیا ۔ بوڑھا اسے بتانے لگا کہ ایک نوجوان دن دھاڑے لڑکی کے بستر میں گھستا ھے ۔ جونہی اسے پکڑنے کی کوشش کرتے ھیں ، غائب ھو جاتا ھے اور تھوڑی ھی دیر بعد پھر نمودار ھو جاتا ھے ۔ ھمیں شک ھے کہ وہ کوئی آسیب ھے ۔

” آسیب ھے تو بھگا دوں گا ، لیکن لومڑ ھوا تو میرے بس سے باھر ھوگا ۔ “ شی نے ساری بات سن کر جواب دیا ۔

”لومڑ ! “ بوڑھے نے تعجب‌آمیز لہجے میں کہا ، ”نہیں ، وہ لومڑ ھرگز نہیں ھو سکتا ! “

شی نے ونگ کو ایک تعویذ دیا اور خود سونے چلا گیا ۔ لیکن کوئی آدھی رات کا عمل ھوگا کہ ایک خوش پوش

نوجوان کمرے میں آ دھمکا ۔ شی سمجھا کہ اسی کنبے کا
کوئی عزیز ہوگا اور بستر سے اٹھ کر اس کا نام وام پوچھنے
لگا ۔

"میں آسیب ہوں ،" نوجوان نے جواب دیا ، "اور
یہ سارا کنبہ لوسڑوں کا ھے ۔ میں یہاں اس لئے آتا ہوں
کہ مجھے ونگ کی بیٹی ہونگ تھینگ سے پیار ہو گیا ھے ۔
یہ آسیبوں اور لوسڑوں کا آپس کا معاملہ ھے اور انسانوں
کے نقطۂ نظر سے بھی کوئی غیر اخلاقی بات نہیں ، تو پھر
آپ ونگ کی مدد اور دو دلوں میں جدائی پیدا کرنے کیوں
آ گئے ؟ ہونگ تھینگ کی ایک بڑی بہن بھی ھے ، چھانگ
تھینگ ۔ ہونگ تھینگ سے کہیں زیادہ حسین اور میں نے
اسے خراب نہیں کیا ۔ لہذا آپ اس سے شادی کر سکتے ھیں ۔
بلکہ میری رائے تو یہ ھے کہ پہلے چھانگ تھینگ سے
شادی کا وعدہ لیں ، پھر ان کی مدد کریں ۔ اگر وہ لوگ
مان گئے تو میں از خود چلا جاؤں گا ۔"

شی نے ھامی بھر لی تو آسیب چلا گیا اور ہونگ تھینگ
رات بھر ہوش میں رھی ۔ صبح بوڑھے ونگ نے بڑے مسرور
لہجے میں شی کو بتایا کہ لڑکی کی طبیعت بحال ہو رہی ھے
اور دوبارہ چل کر لڑکی کا معائنہ کرنے کو کہا ۔ شی نے
پھر پہلے والا تعویذ جلایا اور دکھاوے کے طور پر لڑکی
کی نبض دیکھ رہا تھا کہ کار چوبی پردے کے پیچھے ایک
اور لڑکی پر نگاہ جا پڑی ۔ لڑکی حور شمائل تھی ۔ شی نے
سوچا ہو نہ ہو یہی چھانگ تھینگ ھے ۔ مریضہ کا معائنہ

کرنے کے بعد شی نے پردے پر چھڑکاؤ کے لئے پانی مانگا تو وهی لڑکی لپک جھپک پانی کا پیاله لے کر آ گئی - اور آتے جاتے ایسی دزدیدہ نظروں سے شی کو دیکھا کہ وہ آسیب واسیب سب بھول گیا اور پھر خاص نسخه بنانے کے بہانے گھر لوٹ آیا -

شی کئی دن تک نه لوٹا اور آسیب نے حویلی میں آفت مچائے رکھی - اس نے چھانگ تھینگ کو تو هاتھ نه لگایا مگر باقی تمام جوان عورتوں اور خادماؤں کی پت اتار کے رکھ دی - ونگ نے کھدبدا کر ایک نوکر کے هاتھ شی کو پیغام بھیجا تو اس نے علالت کے بہانے معذرت کر دی - اگلے روز بوڑھا خود آ پہنچا اور شی لنگڑاتا هوا لٹھیا کے سہارے اس کے خیر مقدم کو باهر آ گیا - بوڑھے نے حال پوچھا تو شی نے جواب دیا ،

" اصل بیماری تو رنڈواپن ھے - ایک خادمه گرم پانی کی بوتل لا رهی تھی که پاؤں رپٹا اور کھولتا هوا پانی میرے پاؤں پر آ گرا اور چھالے پڑ گئے - "

" تم دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے ؟ "

" آپ جیسے گھرانے کی کوئی اچھی لڑکی مل جائے تو کر لوں گا - "

بوڑھے نے کوئی جواب نه دیا اور جانے کے لئے اٹھ کھڑا هوا -

" ذرا پاؤں ٹھیک هو جائے تو میں خود حاضر هو جاؤں گا -

آپ زحمت نہ کریں ۔" شی نے اسے رخصت کرتے ہوئے کہا ۔

لیکن چند روز بعد بوڑھا پھر آ گیا ۔ شی اسی طرح لنگڑاتا ہوا اس کے خیر مقدم کو اٹھا اور بوڑھا مزاج پرسی کے بعد کہنے لگا ،

"میں نے اپنی بیوی سے بات کی تھی ۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تم آسیب کو بھگا دو جس نے ہمارے گھر میں طوفان اٹھا رکھا ہے اور ہمارا سکھ چین لوٹا دو تو ہم اپنی بڑی بیٹی چھانگ تھینگ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دیں گے ۔ وہ سترہ برس کی ہو چکی ہے ۔"

شی خوشی سے دیوانہ ہو گیا اور احتراما جھکتے ہوئے بولا ،

"یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے ۔ میں اپنی تکلیف کے باوجود ہر ممکن کوشش کروں گا ۔"

شی اسی وقت بوڑھے کے ہمراہ چل دیا ۔ مگر مریضہ کو دیکھنے کے بعد اس ڈر سے کہ کہیں وہ لوگ بات سے پھر نہ جائیں ، ونگ کی بیوی سے بھی قول مانگا تو وہ لپک کر آ گئی ۔

"نوجوان ، تمہارے یہ اندیشے بالکل بےجا ہیں ۔" اس نے خفگی سے کہا اور چھانگ تھینگ کی بالوں میں لگانے کی طلائی پن اس کے ہاتھ پر رکھ دی ۔

شی نے جھک کر شکریہ ادا کیا اور کنبے کے تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے آسیب بھگانے کا منتر پڑھنے لگا ۔

چھانگ تھینگ ان لوگوں میں موجود نہ تھی ، لہذا شی نے اس کے لئے ایک خاص تعویذ لکھا اور خادمہ کے ہاتھ بھجوا دیا ۔ رات بڑے سکون میں گزری اور آسیب لوٹ کر نہ آیا ۔ ہونگ تھینگ تکلیف کے سبب رات بھر کراہتی رہی ۔ لیکن شی نے جب بوتر جل چھڑکا تو اس کی تکلیف جاتی رہی ۔

شی نے اجازت مانگی تو بوڑھا نہ مانا ۔ شام کو پر تکلف ضیافت دی گئی ۔ ہر کوئی شی کے آگے بچھا جا رہا تھا ۔ بوڑھا کوئی آدھی رات تک اس کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا ۔ شی سونے کے لئے لیٹا ھی تھا کہ کسی نے دروازہ ہیٹنا شروع کر دیا ۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو چھانگ تھینگ جھپاک سے اندر گھس آئی ۔

"میرے گھر والے آج رات تمہیں قتل کر دیں گے ! جان کی خیر چاہتے ہو تو اسی وقت یہاں سے بھاگ جاؤ ۔ "

اس نے پھولی سانسوں کے ساتھ اتنا کہا اور باھر نکل گئی ۔

خوف سے شی کا رنگ سفید پڑ گیا اور اسی وقت دیوار پھاند کر بھاگ نکلا ۔ دور کچھ روشنیاں جھلملا رہی تھیں ۔ اس نے ادھر ھی کا رخ کیا اور تھوڑی دیر میں وہاں جا پہنچا ۔ خوش قسمتی سے وہ دیہاتی تھے جو شکار پر نکلے ہوئے تھے ۔ شی شکار ختم ہونے تک وھیں رہا اور پھر ان کے ہمراہ اپنے گاؤں لوٹ آیا ۔ اس کا خون کھول رہا تھا لیکن انتقام کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی ۔ اس نے کھائی فنگ جاکر گرو سے ملنے کا بھی سوچا لیکن صاحب فراش

بوڑھے باپ کو اکیلے چھوڑ کر جانا ممکن نہ تھا ۔ اس نے بہتیرا سر سارا لیکن کوئی ترکیب ذہن میں نہ آئی ۔

ایک دن دو پالکیاں دروازے پر آن رکیں ۔ شی نے باہر نکل کر دیکھا تو ایک پالکی میں ونگ کی بیوی اور دوسری میں چھانگ تھینگ تھی ۔

" اس رات تم ایسے غائب ہوئے کہ پلٹ کر خبر تک نہ لی ۔ " بوڑھی عورت اسے دیکھ کر پھٹ پڑی ۔

ادھر چھانگ تھینگ کی جھلک پانے میں شی سارا غصہ بھول چکا تھا ۔ بوڑھی عورت کی ہدایت پر دونوں ایک دوسرے کے سامنے جھکے اور شادی کی رسم ادا ہو گئی ۔ شی نے ساس کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام کرنا چاہا تو اس نے معذرت کر دی ۔

" مجھے بالکل فرصت نہیں ۔ میرا شوہر بوڑھا اور بےحد کھڑتل ہے ۔ وہ کوئی حماقت کر بھی بیٹھے تو چھانگ تھینگ کی خاطر ہمیں معاف کر دینا ۔ " یہ کہہ کر وہ پالکی میں بیٹھی اور واپس چل گئی ۔

دراصل ونگ کی بیوی کو شی کے قتل کی سازش کا بالکل علم نہ تھا اور اس رات ونگ جب شی کی تلاش میں بھاگا بھاگا نکلا ، مگر کہیں نہ پایا تو اسے حقیقت حال کا پتا چلا ۔ اب روز میاں بیوی میں جھگڑا ہونے لگا ۔ ادھر چھانگ تھینگ اٹوائی کھٹوائی لے کر پڑ گئی ۔ آخر ماں مجبور ہو کر ونگ کی مرضی کے خلاف اسے شی کے ہاں لے آئی ۔

شی کو یہ ساری کہانی چھانگ تھینگ کی زبانی معلوم ہوئی ۔

دو تین مہینے کے بعد بوڑھے نے بیٹی کو کہلا بھیجا کہ آ کر ان سے مل جائے ۔ لیکن شی نے منع کر دیا ۔ اسے ڈر تھا کہ بوڑھا بیٹی کو روک لے گا ۔ ادھر چھانگ تھینگ کو اکثر میکے کی یاد ستاتی اور اس کے آنسو بہہ نکلتے ۔ سال بھر بعد ان کے ھاں بیٹا ھوا جس کا نام ھوئی ار رکھا گیا ۔ انہوں نے بچے کے لئے ایک انا رکھی مگر بچہ ہر وقت روتا رہتا اور رات کو ماں کے پہلو میں ھی سوتا ۔

ایک دن ونگ نے پھر پالکی بھجوا دی اور ساتھ یہ پیغام آیا کہ ماں چھانگ تھینگ کی یاد میں تڑپ رہی ھے ۔ شی سے بیوی کا دکھ دیکھا نہ گیا اور جانے کی اجازت دیدی ۔ تاھم بچے کو روک لیا اور چھانگ تھینگ ایک مہینے میں لوٹ آنے کا کہہ کر اکیلی ھی چلی گئی ۔ چھ مہینے بیت گئے اور چھانگ تھینگ کی کوئی خیر خبر نہ ملی ۔ ایک دن شی نے آدمی بھیجا تو معلوم ھوا کہ ان کی حویلی تو عرصے سے ویران پڑی تھی ۔ دو سال اور گزر گئے اور شی کی ساری امیدیں اٹھ گئیں ۔ لیکن بچہ جب رات کو ماں کے لئے بلبلاتا تو اس کے دل پر آرے چل جاتے ۔ ستم بالائے ستم ، انہی دنوں اس کا باپ مر گیا اور وہ خود صدمے سے نڈھال ہو کر ایسا بستر سے لگا کہ باپ کی آخری رسوم بھی دھری کی دھری رہ گئیں ۔ ایک دن وہ نیم بےھوشی کی حالت میں پڑا تھا کہ کسی عورت کے رونے دھونے کی آوازیں کان میں

پڑیں - اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا چھانگ تھینگ ماتمی لباس پہنے کھڑی تھی - شدت غم سے اس کی حالت غیر ہوئی تو گھر میں گویا دوبارہ صف ماتم بچھ گئی - چھانگ تھینگ آنسو پونچھ کر شوہر کی تیمارداری میں جٹ گئی - دھیرے دھیرے اس کے حواس بحال ہو گئے لیکن وہ یہی سمجھتا رہا کہ مر چکا ہے اور بیوی بصد مشکل یہ یقین دلا پائی کہ دونوں کا ملاپ اسی دنیا میں ہو رہا ہے ، عالم ارواح میں نہیں -

شی کی طبیعت پوری طرح سنبھل گئی تو چھانگ تھینگ کہنے لگی ، " یہ میری کمزوری سمجھ لو کہ ابا کو راضی نہ کر سکی - میں نے تین سال کی جدائی دے کر تم سے سخت زیادتی کی - یہ تو اتفاق جانو ، ہمارا کنبہ اس راستے مشرق کو جا رہا تھا کہ مجھے سسر کے انتقال کی خبر ملی - ابا کے تقاضے پر میں نے تم سے ناتا توڑ لیا لیکن سسر کی تابع‌داری کا سوال آیا تو سارے بندھن توڑ کر چلی آئی - میری ماں کو علم ہے کہ میں یہاں ہوں ، لیکن ابا کو بالکل خبر نہیں - "

وہ باتیں کر رہی تھی کہ بیٹا زانو پر آ بیٹھا اور وہ بچے کو پیار سے سہلاتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی -

" میں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی تو بچہ مجھ سے جدا ہو گیا - " وہ روتے روتے بولی اور بچہ بھی چلانے لگا - یہ منظر دیکھ کر کمرے میں ہر کوئی آبدیدہ ہو گیا -

پھر چھانگ تھینگ نے آنسو پونچھے اور گھر کے کام

کاج میں مصروف ھو گئی ۔ اس نے ایسے سلیقے سے سسر کی میت پر نذر گزاری کہ شی کے دل کو چین سا آ گیا ۔ وہ نقاھت کے سبب کسی کام میں ھاتھ بٹانے سے معذور تھا چنانچہ چھانگ تھینگ نے ماتم پرسی کے لئے آنے والوں کی خاطر تواضع کی ذمہ‌داری دیور کے سپرد کر دی ۔ آخری رسوم ادا ھو گئیں ۔ اور شی بھی لٹھیا کے سہارے چلنے پھرنے کے قابل ھو گیا تو چھانگ تھینگ نے واپسی کی اجازت مانگی کیونکہ باپ کی خفگی سے ڈرتی تھی ۔ لیکن پھر شی کی التجائیں اور بچے کے آنسو راہ کی دیوار بن گئے ۔ مگر زیادہ دن نہ بیتے تھے کہ ماں کی علالت کا پیغام آ گیا ، اس نے شوھر سے کہا ،

”میں تمھارے والد کی خاطر یہاں آئی تھی ۔ اب میری ماں بیمار ھے ، کیا اس کی خاطر جانے کی اجازت نہ دوگے ؟ “

شی نے اجازت دے دی ، تو اس نے انا سے کہا کہ بچے کو کہیں ادھر لے جائے اور خود آنسو بہاتی نکل گئی ۔

برسوں بیت گئے ۔ شی اور اس کا بیٹا چھانگ تھینگ کو لگ بھگ بھول چکے تھے کہ ایک صبح اس نے دروازہ کھولا تو چھانگ تھینگ اندر آ گئی ! شی نے بڑے اچنبھے کے عالم میں لوٹنے کا سبب پوچھا ۔ وہ دلگیر سی ھو کر کرسی پر بیٹھ گئی اور ٹھنڈی آہ بھرتے ھوئے بولی ،

”میں زنان خانے میں پلی بڑھی اور چند سو گز کی مسافت کو بھی پہاڑ سمجھتی تھی ۔ لیکن اب ایک دن اور ایک

رات میں سیکڑوں میل کا سفر کرکے یہاں آ پہنچی ہوں ۔ تکان کے مارے برا حال ہو رہا ہے ۔"

شی نے پوچھا کہ اتنے لمبے سفر کی آخر ضرورت کیوں آن پڑی تو چھانگ تھینگ پہلے ذرا جھجکی اور پھر روتے ہوئے کہنے لگی ،

"میری دلفگار داستان سن کر ممکن ہے تم خوشی سے جھوم اٹھو ۔ تم جانتے ہی ہو کچھ سال ہوئے ہم نقل مکانی کرکے شانشی چلے گئے تھے ۔ وہاں ہم چاؤ نامی ایک شخص کے کرایہ‌دار تھے ۔ اس سے ہمارے مراسم بڑے خوشگوار رہے ۔ پھر ہونگ تھینگ نے چاؤ کے ایک لڑکے سے شادی کر لی لیکن وہ لڑکا آوارہ نکلا اور ہونگ کی زندگی اجیرن کر دی ۔ ابا کو پتہ چلا تو انہوں نے چھ مہینے تک ہونگ کو سسرال نہ جانے دیا ۔ اس پر ہونگ کا شوہر طیش میں آ گیا اور ایک جادوگر بلوا کر ابا کو زنجیروں میں جکڑوا دیا اور ہم سب لوگ بھگدڑ میں جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلے ۔"

شی یہ سن کر مسکراہٹ نہ دبا سکا تو چھانگ تھینگ خفا ہو گئی ۔

"بےشک انہوں نے تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا ، پھر بھی وہ میرے ابا ہیں ۔ ہماری شادی کو کئی سال ہو گئے لیکن کبھی ایسا جھگڑا نہ ہوا کہ ہمارے پیار پر آنچ آتی ۔ آج میرا خاندان برباد ہو چکا ہے ۔ باپ پکڑے گئے ۔ عزیز و اقارب دربدر پھر رہے ہیں ۔ باپ کا نہ سہی ، کچھ میرا ہی خیال کرو ! دلاسا دینے کی بجائے بیٹھے میرا ٹھٹھا

اڑا رہے ہو ۔ کتنے سنگدل ہو تم ! "

یہ کہہ کر وہ اٹھی اور پاؤں پٹختی باہر نکل گئی ۔ شی بھی معافی مانگنے کو اس کے پیچھے لپکا ، مگر وہ تو بگولے کی مانند غائب ہو چکی تھی ۔ وہ سخت پچھتایا اور سوچنے لگا کہ اب چھانگ تھینگ کبھی لوٹ کر نہ آئے گی ۔ لیکن دو تین دن نہ گزرے تھے کہ اچانک وہ ماں کے ہمراہ پھر آ گئی ۔ شی انہیں دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سمایا اور تب تو اس کے تعجب کی انتہا نہ رہی جب دونوں اس کے سامنے دوزانو ہو گئیں ۔

" اگلے روز میں غصے میں اٹھ کر چلی گئی تھی ۔ مگر آج ایک فریاد لے کر آئی ہوں ۔ افسوس ، مجھے موت کیوں نہ آ گئی ! " چھانگ تھینگ نے پھوٹ کر روتے ہوئے کہا ۔

" گو میرے سسر کا رویہ ہمیشہ گھٹیا رہا ، لیکن میں تمہاری ماں کی نوازشیں اور تمہارا پیار کبھی نہیں بھلا سکا ۔ یہ تو انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ کسی قابل نفرت آدمی پر افتاد پڑتے دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے ۔ تم میرا ساتھ کیوں نہ دے سکیں ؟ " شی نے جواب دیا ۔

" میں یہاں سے نکلی تو سڑک پر اماں سے ملاقات ہو گئی ۔ انہوں نے بتایا کہ جس جادوگر نے میرے ابا کو قید کر رکھا ہے وہ تمہارا گرو ہے ۔ " چھانگ تھینگ نے کہا ۔

" ٹھیک ہے ، پر یہ جان لو کہ بوڑھا لوٹ کر نہ آ سکا تو تم باپ کو یاد کر کے روتی رہو گی اور لوٹ آیا تو

تمہارا شوہر اور بیٹا پھر سے محرومیوں کے سمندر میں جا ڈوبیں گے ۔ "

اس پر بوڑھی عورت نے وعدہ کیا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا ۔ اور چھانگ تھینگ بھی قسمیں کھانے لگی کہ پھر کبھی اسے چھوڑ کر نہ جائے گی ۔ چنانچہ شی نے ضروری اسباب باندھا اور اسی وقت کھائی فنگ روانہ ہو گیا ۔

گرو نے آمد کا سبب پوچھا اور شی نے باورچی خانے میں رسی سے بندھے لومڑ کو دیکھ کر ہنستے ہوئے جواب دیا ،

" میں اس بدبخت کے لئے آیا ہوں ! یہ میرا سسر ہے ۔ " اور ساتھ ھی ساری کتھا بیان کر دی ۔

لومڑ بڑا مکار تھا ۔ گرو پہلے تو کچھ ھچکچایا اور پھر اسے شی کے حوالے کرنے پر رضامند ہو گیا ۔ شی نے جب گرو کو بوڑھے ونگ کی کارستانیاں سنائیں تو وہ چولہے کے پیچھے یوں چھپ گیا جیسے اپنے کئے پر شرمسار ہو ۔

" ارے ، اس لومڑ میں ابھی کچھ شرم کا مادہ باقی ہے ۔ " گرو نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا ۔

آخر شی نے گرو سے رخصت لی اور لومڑ کو گھسیٹتا ہوا مندر سے باھر آ گیا ۔ اس نے چاقو سے رسی کی گرھیں کاٹیں اور لومڑ کی ٹانگ سے رسی کھولنے لگا تو اس نے درد سے بلبلاتے ہوئے دانت نکوسنے شروع کر دیئے ۔ یہ دیکھ کر شی پرے ھٹ گیا اور طنزیہ لہجے میں بولا ،

" بہت درد ہوتا ہے ۔ اچھا تو نہیں کھولتا رسی ! "

لومڑ نے طیش بھری نظروں سے شی کو گھورا اور دم لہرا کر بھاگ نکلا ۔

شی گھر واپس لوٹا تو پتا چلا کہ لومڑ کی رہائی کی خبر تین دن پہلے ھی وھاں پہنچ گئی تھی ۔ اس کی ساس جا چکی تھی ۔ چھانگ تھینگ اسے دیکھتے ھی اظہار تشکر کے طور پر دوزانو ھو گئی ۔

” میں صرف اتنا چاھتا ھوں کہ شوھر جان کر میرے احساسات کا کچھ خیال کرو ۔ اس شکریئے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ “ شی نے اسے اٹھاتے ھوئے کہا ۔

” میرا کنبہ اب پرانی حویلی میں آ گیا ھے ۔ وھاں آنے جانے میں کوئی مشکل بھی نہیں ھوگی ۔ میں صرف تین دن کے لئے گھر جانا چاھتی ھوں ۔ مجھ پر اعتبار کر لوگے ؟ “ چھانگ تھینگ نے کہا ۔

” ھمارا بچہ پیدا ھوتے ھی ماںتا سے محروم ھو گیا تھا ، پھر بھی زندہ رھا ۔ اور میں بھی تنہا رھنے کا عادی ھو چکا ھوں ۔ مگر ایک بات ھمیشہ یاد رکھنا کہ میں نے چاؤ کا سا برتاؤ کرنے کی بجائے بدی کا جواب بھلائی سے دیا ۔ تمہارے لئے سب کچھ کر گزرا ۔ تم لوٹ کر نہ آئیں تو میں اسے بےوفائی سمجھوں گا ۔ اور گو تمہارا گھر یہاں سے بہت قریب ھے ، کبھی مجھے اپنے در پہ کھڑا نہ پاؤ گی ۔ اعتبار یا بےاعتباری کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ۔ “ شی نے کہا ۔

اگلے روز چھانگ تھینگ گھر چلی گئی ، مگر دو دن

بعد هی لوٹ آئی ۔ شی نے اتنی جلدی لوٹ آنے کا سبب دریافت کیا تو وہ کہنے لگی ،

”تم نے کھائی فنگ میں میرے ابا کی ہنسی اڑائی تھی ۔ لہذا انہوں نے بھی تمہیں معاف نہیں کیا ۔ انہوں نے بار بار شکایت کی تو مجھے بھی غصہ آ گیا اور لوٹ آئی ۔“

اس کے بعد چھانگ تھینگ کئی بار میکے گئی اور اس کی ماں بھی اکثر ملنے چلی آتی ۔ لیکن شی اور بوڑھے ونگ نے کبھی ایک دوسرے سے کوئی واسطہ نہ رکھا ۔

داستان گو لکھتا ہے : لوسڑ کی بدطینتی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے دونوں بیٹیوں کے گھر اجاڑنے کی کوشش کی ۔ شی نے چالاکی دکھا کر چھانگ تھینگ سے شادی کی تھی ، لہذا بوڑھے لوسڑ کے پاس وعدہ شکنی کا جواز موجود تھا ۔ لیکن شی اگر چھانگ تھینگ کے پیار کی خاطر اس کے باپ کی جان بچا سکتا تھا تو اس میں بھی کوئی برائی نہ تھی کہ ہنسی اڑانے کی بجائے پرانی رنجشیں بھلا کر بوڑھے کا دل جیتنے کی کوشش کرتا ۔ اگر بوڑھے نے اسے معاف نہیں کیا تو ہم اس کی ساری ذمہ‌داری بوڑھے کے سر تھوپنے میں حق بجانب ہیں ؟ حیف ، دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے جو معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے شاکی رہتے ہیں ۔

ژوئی یون

ہانگ چو کی مشہور طوائف ژوئی یون حسن و جمال اور ذہانت میں یکتائے روزگار تھی ۔ وہ چودہ کے سن کو پہنچی ، تو ایک دن نائکہ چھائی نے کہا کہ اب وہ گاہکوں کا جی بہلانا شروع کر دے ۔ اس پر ژوئی یون نے جواب دیا ، "جلدبازی اچھی نہیں ۔ میں پیشے کی ابتدا کر رہی ہوں ۔ نتھ اتروائی کے دام تم لگاؤ ، پر گاہک پسند کرنے کی بات مجھ پر چھوڑ دو ۔"

نائکہ راضی ہو گئی ۔ اس نے پندرہ تائل سونا نتھ اتروائی کا مول لگایا اور ژوئی یون اس دن سے تماشبینوں کا دل بہلانے لگی ۔

ژوئی یون کے ملاقاتیوں کو کچھ نہ کچھ عوضانہ دینا ہوتا تھا ۔ جو زیادہ دریا دل ہوتے اس کے ساتھ شطرنج کی بازی لگاتے یا اس کی بنائی ہوئی تصویر پاتے ، لیکن خست دکھانے والوں کو چائے کی پیالی پر ہی ٹرخا دیا جاتا ۔ دھیرے دھیرے ژوئی یون کی دلربائی کا شہرہ بڑھا تو بہت سے مالدار ، سوداگر اور مقامی ارباب دولت دربار حسن میں سوالی بن کر کھڑے ہو گئے ۔

یوی ہانگ کاؤنٹی میں حہ نامی ایک عالم رہتا تھا ۔

اس کی ذہانت و فطانت کا خاصا شہرہ تھا ۔ وہ ایک عرصے سے ژوئی یون کا شیدا تھا لیکن بےسائیگی کے سبب عاشقی کا دم بھرنے سے ڈرتا تھا ۔ تاہم اس تمنا میں کوڑی کوڑی جوڑتا رہا کہ شاید کبھی ژوئی یون کے دیدار کا موقع مل جائے ۔ ساتھ ساتھ دل میں یہ وسوسے بھی اٹھتے کہ بڑے بڑے زردار ژوئی یون کے در پر جبیں‌سائی کرتے ہیں ، وہ بھلا اس جیسے مفلس شخص کو کیا گھاس ڈالے گی ۔ خیر ایک دن وہ اس سے ملنے چلا گیا تو ژوئی یون نے خوب آؤبھگت کی ۔ دونوں دیر تک محو گفتگو رہے ۔ ان کی نظریں ملتیں اور پھر جھک جاتیں ۔ اسی اثنا میں ژوئی یون نے ایک فی‌البدیہہ نظم کہہ دی :

مسافر نے نیلم پل پہ اوک بھر پانی مانگا ،
تو آخر مدعائے طلب کیا تھا ؟
تم گر یشب کی موگری ڈھونڈ لانے کا عزم کر لو ،
تو ممکن ہے اسی دنیا میں کامیاب ہو جاؤ ۔ *

---

* اس میں پیام شادی کے معانی مخفی ہیں ۔ تھانگ عہد کی ایک داستان کے مطابق پھئی ہانگ نامی ایک عالم نیلم پل کے پڑاؤ پر پہنچا تو ایک عورت سے پینے کو پانی مانگا ۔ عورت کی بیٹی یون ینگ پانی لے کر آئی تو عالم اس کے حسن پر مرمٹا ۔ عورت نے کہا کہ اس کے پاس حیات ابدی پانے کی کچھ جڑی بوٹیاں ہیں جنہیں صرف یشب کی کونڈی اور موگری ہی سے کھرل کیا جا سکتا ہے ۔ اگر وہ یہ دونوں چیزیں لے آئے تو بیٹی کی شادی اس سے کر دے گی ۔ پھئی ، تلاش بسیار کے بعد آخر دونوں چیزیں لانے میں کامیاب ہو گیا اور شادی ہو گئی ۔

نظم دیکھ کر حه کے من میں لڈو پھوٹنے لگے اور ابھی کچھ کہنے کو تھا کہ ایک خادمہ نے نئے گاھک کی آمد کی خبر دے دی اور وہ عجلت میں اٹھ گیا ۔

گھر آ کر اس نے بار بار نظم پڑھی اور ہر مرتبہ جی میں اک نئی ترنگ اٹھتی محسوس کی ۔ آخر رہ نہ سکا اور کچھ پیسے جمع کرکے پھر ژوئی یون کے کوٹھے پر جا پہنچا ۔ ژوئی یون کے چہرے پر دھنک پھوٹ نکلی اور اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں بولی ، ”کیا ایک شب میرے ہاں بسر کر سکتے ہو ؟“

حه نے جواب دیا ، ”میں تو ایک تہی دست آدمی ہوں ۔ ایک دل تھا جو تم پر نچھاور کر چکا ۔ سینت سینت کر کچھ پونجی جمع کی تھی جو تم سے ملاقات کے عوض دے دی ۔ تمہارا دیدار کر لیا ، جیون بھر کی آرزو پوری ہو گئی ۔ شب بھر کے لئے تمہارے پہلو میں جگہ ملے ، میرے یہ نصیب کہاں ؟“

ژوئی یون نے یہ سنا تو چہرہ اتر گیا ۔ دونوں گنگ بیٹھے ایک دوسرے کو تکا کئے ۔ پھر کوئی نیا گاھک آ گیا اور حه بادل نخواستہ گھر لوٹ آیا ۔

جذبات سے مغلوب حه نے سوچا ، اپنا سب کچھ بیچ باچ کے شب بھر کی خوشیاں سمیٹ لے ، مگر پھر اس خیال سے کہ اگلی صبح جدائی کا دکھ برداشت نہ کر سکے گا ، ژوئی یون سے سارے ناتے توڑنے کی سعیٔ ناکام کا دامن پکڑ لیا ۔

کئی ماہ بیت گئے اور ژوئی یون نے سہاگ رات کا

گاھک نہ چنا تو نائکہ برافروختہ ھو گئی اور جلد از جلد گاھک چننے پر زور دینے لگی ۔

ایک دن ایک عالم قحبہ خانے آیا ، ژوئی یون سے ملاقات کے لئے رقم ادا کی اور تھوڑی دیر بیٹھا اس سے باتیں کرتا رھا ۔ پھر جانے کے لئے اٹھا اور انگلی سے اس کی پیشانی مسلتے ھوئے ٹھنڈی آہ بھر کے بولا ، " افسوس ! افسوس ! "

ژوئی یون عالم کو رخصت کرکے لوٹی تو سب نے دیکھا کہ اس کی پیشانی پر ایک سیاہ دھبا نمودار ھو چکا تھا ۔ اس نے پیشانی کو خوب رگڑ رگڑ کر دھویا لیکن دھبا تھا کہ سیاہ سے سیاہ‌تر ھوتا چلا گیا ۔ دھبا دھیرے دھیرے بڑھنے لگا اور کوئی سال بھر میں ناک اور رخساروں پر پھیل گیا ۔ اب جو کوئی ژوئی یون کو دیکھتا ، ٹھٹھا لگا کے رہ جاتا ۔ اور ایک ایک کرکے سارے چاھنے والے اڑنچھو ھو گئے ۔

نائکہ نے اس کے سارے خوبصورت کپڑے ، زیورات چھین لئے اور جھاڑو بہارو کے کام پر لگا دیا ۔ دھان پان سی ژوئی یون کڑی مشقت کا بار نہ اٹھا پائی اور دن بدن کمزور ھوتی چلی گئی ۔

حہ کو ساری داستان کا پتا چلا تو ژوئی یون سے ملنے جا پہنچا ۔ وہ اس وقت باورچی خانے میں مصروف تھی اور بڑی پریشان حال اور بدصورت لگ رھی تھی ۔ اس نے سر اٹھا کر حہ کو آتے دیکھا تو منہ دیوار کی طرف پھیر لیا ۔ حہ سے اس کی کسمپرسی دیکھی نہ گئی اور اسی وقت نائکہ

سے کہا کہ وہ ژوئی یون کو خریدنا چاہتا ہے ۔ نائکہ فوراً رضامند ہو گئی ۔

حہ نے اپنی زمین وغیرہ بیچ کر قیمت ادا کی اور ژوئی یون کو گھر لے آیا ۔ دونوں گھر میں داخل ہوئے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی ۔ اسے اپنی بدنمائی کا احساس کھائے جا رہا تھا لہذا کہنے لگی ، ”میں تمہاری بیوی بننے کی تو اہل نہیں ، داشتہ کی حیثیت سے گھر میں رکھ لو ۔“ یہ سن کر حہ نے جواب دیا ، ”زندگی میں اصل چیز تو سچا پیار ہے ۔ تم نے اس سمے مجھے چاہا ، جب چار دانگ عالم میں تمہارے حسن کا ڈنکا بجتا تھا ۔ اب کہ تم اس افتاد میں ہو ، میں وہ حقیقت کیونکر بھول جاؤں ؟“

حہ نے ژوئی یون سے شادی کر لی تو جس کسی نے سنا ، ٹھٹھا اڑایا ۔ لیکن ژوئی یون کے لئے حہ کی چاہت پہلے سے دوچند ہو چکی تھی ۔

کوئی سال بھر گزرا تھا کہ حہ کا کسی کام سے سو چو جانا ہوا ۔ سرائے میں ایک اور عالم بھی ٹھہرا ہوا تھا ۔ باتوں باتوں میں وہ پوچھنے لگا ، ”ہانگ چو میں ایک مشہور طوائف ژوئی یون ہوا کرتی تھی ۔ اس کے بارے میں کچھ علم ہے ؟“

حہ نے بتایا ، اس کی شادی ہو چکی ہے تو اس نے پوچھا ، ”کس سے ؟“

”بس مجھ سا ہی ایک شخص ہے !“

" تب تو اسے بالکل صحیح آدمی ملا ۔ کیا مول طے ہوا تھا ؟ "

" ژوئی یون کے ساتھ ایک حادثہ گزر گیا ، لہذا دام بھی کم تھے ۔ ورنہ کیونکر ممکن تھا کہ مجھ سا کوئی شخص اسے پا لیتا ؟ "

" وہ شخص واقعی تم سا ہے ؟ " اجنبی نے کریدتے ہوئے پوچھا ۔

" آپ کو اتنی کرید کیوں لگی ہے ؟ " حہ نے ذرا حیرت سے استفسار کیا ۔

" میاں ، سچی بات تو یہ ہے کہ ایک بار میں بھی اس سے ملنے چلا گیا اور یہ سوچ کے بےحد کبیدہ خاطر ہوا کہ قسمت ایک حسین لڑکی کو طوائف کے کوٹھے پر لے آئی تھی ۔ میرے جی میں آئی کہ اس کی باطنی پاکیزگی کی خاطر ظاہری شکل و صورت کو بدنما بنا دوں چنانچہ ایک معمولی سا ہاتھ دکھا دیا ۔ میری تمنا تھی کہ وہ کسی ایسے شخص کی شریک حیات بنے جو اس کی روح سے پیار کرتا ہو ۔ " اجنبی نے جواب دیا ۔

" آپ نے اس کے چہرے پر ایک سیاہ دھبا چھوڑ دیا تھا ، کیا آپ اسے چھڑا بھی سکتے ہیں ؟ " حہ نے شتابی سے پوچھا ۔

" ہاں ہاں ، بالکل ! لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شخص خود آ کر خلوص دل سے بات کرے ۔ " اجنبی نے جواب دیا ۔

" ژوئی یون میری بیوی ہے ۔ " حہ اجنبی کے سامنے

احتراماً جھک گیا ۔

اجنبی کا چہرہ کھل اٹھا اور بولا ، ”صرف صاحب نظر لوگ ھی پیار کی حقیقت کا احساس کر سکتے ھیں اور ظاھری صورت پر نہیں جاتے ۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو ۔ میں تمہاری بیوی کا حسن لوٹا دوں گا ۔“

دونوں حه کے گھر آئے اور حه نے بیوی سے کھانے وانے کا انتظام کرنے کو کہا ، تو اجنبی نے اسے روک دیا ، ”ایسی بھی کیا جلدی ؟ پہلے میں اپنا کام پورا کر لوں ۔ کیا یہ بہتر نہ ھوگا کہ وہ خوشیوں سے مچلتے دل کے ساتھ ھمارے لئے کھانے کا اہتمام کرے ؟“

اجنبی نے حه سے ایک تسلے میں پانی لانے کو کہا ۔ پھر انگلی سے پانی میں کوئی منتر لکھا اور حه سے کہنے لگا ، ”آپ کی بیوی جونہی اس پانی سے چہرہ دھوئے گی ، دھبا غائب ھو جائے گا ۔ لیکن اسے سامنے آ کر میرا شکریہ ادا کرنا ھوگا ۔“

حه مسکرایا اور تسلا اٹھا کر اندر چلا گیا ۔ ژوئی یون نے چہرہ دھویا اور دیکھتے ھی دیکھتے پہلے ھی طرح حسن کی تصویر بن گئی ۔

دونوں اجنبی کا شکریہ ادا کرنے باھر نکلے تو وہ غائب ھو چکا تھا ۔ وہ جان گئے کہ اجنبی کوئی دیوتا تھا ۔

گل داؤدی

ما زی چھائی پٹچنگ کا باشندہ تھا ۔ اس کا خاندان گو کئی نسلوں سے گل داؤدی کا پرستار چلا آ رہا تھا ، مگر اس نے تو ان پھولوں کی چاہت میں سب کو مات کر دیا تھا ۔ اس کے کان میں بھنک پڑتی کہ ہزار کوس پر گل داؤدی کا کوئی نایاب پودا موجود ہے ، تو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ خریدنے وہاں پہنچ جاتا ۔ ایک دن نانچنگ سے ایک مہمان آیا اور بتایا کہ اس کے عم زاد کے پاس گل داؤدی کی ایک دو ایسی قسمیں ہیں ، جو شمال میں کہیں نہیں پائی جاتیں ۔ بس پھر کیا تھا ۔ ما سامان سفر باندھ نانچنگ جا پہنچا اور بڑی منتوں سماجتوں کے بعد دو قلمیں لے کر ہی ٹلا ۔ اس نے قلمیں بڑی حفاظت سے لپیٹیں اور واپسی کے سفر پر چل دیا ۔

راہ میں اسے ایک خوبصورت نوجوان ملا جو گدھے پر سوار تھا اور ایک منقش چھکڑے کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا ۔ دونوں میں گفتگو شروع ہو گئی ۔ نوجوان نے اپنا نام تھاؤ بتایا ۔ اس کے انداز سے بڑی شائستگی ٹپکتی تھی ۔ ما نے اپنے مشغلے کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا ، ” گل داؤدی بذات خود تو بڑا معمولی پھول ہے ۔ اصل چیز تو باغباں

ہے جو اسے بناتا سنوارتا ہے ۔ " یوں گل‌داؤدی اگانے کے طریقے میں موضوع سخن رہے ۔ ما اس کی باتیں بڑی دلچسپی سے سنتا رہا اور باتوں باتوں میں پوچھنے لگا ، "آپ لوگ کدھر جا رہے ہیں ؟ "

"میری بہن نانچنگ سے اکتا گئی تھی ۔ اب ہم شمال میں کہیں آباد ہونا چاہتے ہیں ۔ " نوجوان نے جواب دیا ۔

"میں گو تہی دست آدمی ہوں ، پھر بھی ، برا نہ مانیں تو میرا غریب خانہ حاضر ہے ۔ میں مکان کا ایک حصہ آپ لوگوں کے لئے الگ کر دوں‌گا ۔ " ما نے تجویز پیش کی ۔

نوجوان بہن سے مشورہ لینے کے لئے چھکڑے کے پاس گیا اور اس نے پردہ ہٹایا تو ما نے دیکھا کہ وہ بیس بائیس سال کی من موہنی سی لڑکی تھی ۔ وہ بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے بولی ، "کمرے بےشک معمولی سے ہوں ، پر صحن بڑا ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔ " چنانچہ وہ ما کے ہمراہ پئچنگ آ گئے ۔

ما کے گھر کی جنوبی سمت ایک مکان اور بڑا سا احاطہ تھا ۔ تھاؤ کو جگہ بھا گئی اور بہن بھائی نے وہاں ڈیرا ڈال لیا ۔ تھاؤ روزانہ ما کے صحن میں آ کر اس کے پودوں کی دیکھ ریکھ کرتا ۔ وہ سوکھے پودوں کو جڑ سے اکھاڑ کے دوبارہ لگاتا تو وہ دنوں میں پھر سے ہرے بھرے ہو جاتے ۔ بہن بھائی بہت ہاتھ کھینچ کے گزر اوقات کرتے ، اپنے گھر میں پکانے ریندھنے کی بجائے ما کے ہاں ہی دونوں وقت کھانا کھاتے ۔ ما کی بیوی کو لڑکی بڑی اچھی لگی

اور دونوں میں خوب گاڑھی چھننے لگی ۔ وہ اکثر کھانے پینے کی چیزیں ان کے ھاں بھجوا دیتی ۔ لڑکی کا نام ھوانگ ینگ تھا ۔ بڑی ھنس مکھ اور چلبلی ۔ وہ اکثر ما کی بیوی کے ھاں جاتی اور سلائی کے کام میں اس کی مدد کرتی تھی ۔

ایک دن تھاؤ نے ما سے کہا ، "دوست ، آپ کا کنبہ بھی کچھ زیادہ خوشحال نہیں ۔ ادھر ھمارا بوجھ بھی آن پڑا ھے ۔ یوں سلسلہ کب تک چلے گا ۔ سوچتا ھوں گزر اوقات کے لئے گل‌داؤدی بیچنا شروع کر دوں ۔"

ما کی خودداری کو سخت ٹھیس پہنچی اور جواب دیا ، "میں تو تمہیں غریبی میں خوش رھنے والا آزادمنش عالم سمجھا تھا ۔ گل‌داؤدی کو کاروبار کا وسیلہ بنانا میں اس پھول کی توھین سمجھتا ھوں ۔" ما نے جواب دیا ۔

"روزی کمانے کی خاطر کوئی کام کرنا اور دولت کی حرص رکھنا دو بالکل مختلف باتیں ھیں ۔" تھاؤ مسکراتے ھوئے بولا ، "گل فروشی میں کوئی اھانت کی بات نہیں ۔ مانا کہ انسان کو حریص نہیں ھونا چاھیئے ، مگر مفلسی کو ذریعۂ عزت سمجھنا بھی کوئی دانائی کی بات نہیں ۔"

ما نے کوئی جواب نہ دیا اور تھاؤ اٹھ کر چلا گیا ۔ ما نے جو قلمیں اور پودے بیکار سمجھ کر پھینک دیئے تھے ، تھاؤ بعد میں وہ سب اٹھا لے گیا لیکن بن بلائے آنے جانے سے احتراز کرنے لگا ۔

گل‌داؤدی کھلنے کا موسم آ پہنچا ۔ ایک دن ما تھاؤ کے دروازے پر شور شرابا سن کر باھر نکلا اور وھاں پھول

خریدنے والوں کا ھجوم دیکھ کر حیرت سے دم بخود رہ گیا ۔ لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا ۔ وہ ایسے ایسے نایاب پھول اور پودے خرید کر لے جا رہے تھے جو ما نے کبھی دیکھے تک نہ تھے ۔ تھاؤ کا کاروباری انداز دیکھ کر ما سخت دل برداشتہ ہوا اور اس سے قطع تعلق کا سوچنے لگا ، مگر ساتھ ھی دل میں یہ خواھش بھی چٹکیاں لے رھی تھی کہ کسی صورت کچھ نایاب پھول اور پودے حاصل کر لے ۔ وہ کچھ جلی کٹی سنانے کے خیال سے تھاؤ کے دروازے پر پہنچا تو تھاؤ ھاتھ پکڑ کر اسے اندر لے گیا ۔ یابوالعجبی ! سارا صحن یوں پھولوں اور گملوں سے اٹا پڑا تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی ۔ رنگ رنگ کے پھول عجب بہار دکھا رہے تھے ۔ ما نے غور سے دیکھا تو ان میں سے بیشتر وھی قلمیں اور پودے تھے جو اس نے بیکار سمجھ کے اکھاڑ پھینکے تھے ۔

اتنے میں تھاؤ اندر سے شراب اور کھانے پینے کی چیزیں اٹھا لایا اور پھولوں کے قریب میز بچھاتے ہوئے از رہ تفنن بولا ، ”مفلسی نے سارے بل نکال دیئے ۔ اب دیکھئے نا آج میں بھی آپ کی تواضع کے قابل ہو گیا ۔ پچھلے چند دنوں میں کچھ آمدنی ھو گئی ۔“

تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ بہن نے اسے پکار لیا ۔ وہ اندر گیا اور لپک جھپک چند نفیس اور بڑے سلیقے سے پکی ہوئی چیزیں اٹھا لایا ۔

ما اس سے پوچھنے لگا ، ”تمہاری بہن نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی ؟ “

”ابھی وقت نہیں آیا ۔“ تھاؤ نے جواب دیا ۔

”وہ وقت کب آئے گا ؟ “

”آج سے ٹھیک تینتالیس مہینے بعد ۔ “

”یہ تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ رہے ہو ؟ “

تھاؤ مسکرا کر چپکا ہو رہا اور ہنسی خوشی کچھ وقت بتانے کے بعد ما گھر لوٹ آیا ۔

اگلے روز ما پھر آ گیا اور یہ دیکھ کر مبہوت رہ گیا کہ تھاؤ نے پچھلے روز جو قلمیں لگائی تھیں ، وہ کوئی فٹ فٹ بھر لمبی ہو چکی تھیں ۔ اس نے سبب جاننا چاہا تو تھاؤ نے جواب دیا ،

”یہ ایک راز ہے ۔ یوں بھی آپ پھولوں کو وسیلۂ روزگار تو بنائیں گے نہیں ۔ پوچھنے یا بتانے سے کیا حاصل ؟ “

چند دن بعد تھاؤ نے پھول چٹائیوں میں لپیٹے اور چھکڑے بھر کے سفر پر نکل گیا اور اگلے سال وسط بہار کا زمانہ تھا کہ جنوب سے عجیب و غریب پھول لئے لوٹ آیا ۔ اس نے دارالحکومت میں پھولوں کی دکان کھولی اور دس روز میں سارے پھول بیچ کر پھر سے پھول اگانے میں مشغول ہو گیا ۔ اس کے دروازے پر خریداروں کا ھجوم رہنے لگا ۔ جن لوگوں نے پچھلے سال پودے خریدے تھے ، وہ پھر سے پھول خریدنے آئے کیونکہ موسم بیتتے ہی پودے سوکھ گئے تھے ۔ تھاؤ خوب مال کمانے لگا ۔ سال بھر بعد انہوں نے مکان میں کچھ

توسیع کرائی اور اس سے اگلے سال ایک حویلی بنوا لی ۔ اب انہیں ما کے سہارے کی ضرورت نہیں رہی تھی ۔ صحن میں پھولوں کے تختوں سے جگہ رکنے لگی تو انہوں نے ایک اور قطعہ خرید کر اردگرد دیوار چنوائی اور اسے بھی چمن زار بنا دیا ۔ پت‌جھڑ میں تھاؤ نے پھر پودے چھکڑوں پر لادے اور جنوب کو چلا گیا ۔ اوائل بہار میں ، جب وہ ہنوز جنوب ھی میں تھا ، ما کی بیوی بیمار ہوئی اور انتقال کر گئی ۔ ما تھاؤ کی بہن سے شادی کرنا چاھتا تھا ۔ اس نے مشاطہ کو بھیجا تو لڑکی یوں مسکرائی ، گویا اسے انکار نہ تھا ، تاہم جواباً کہلوا بھیجا کہ وہ بھائی کی واپسی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی ۔

سال بھر سے زیادہ عرصہ بیت گیا لیکن تھاؤ واپس نہ آیا ۔ ہوانگ ینگ نوکروں کی مدد سے حسب معمول پھول اگاتی رھی اور ھن برستا رہا ۔ اس نے دو ہزار مو زمین بھی خریدی اور حویلی کی ٹیپ ٹاپ کروا کے اور زیادہ خوبصورت بنا دیا ۔ انہی دنوں کی بات ہے ، ما کا ایک دوست مشرقی کوانگ تونگ سے تھاؤ کا خط لے کر آیا ۔ خط میں اس نے ما کو تاکید کی تھی کہ ہوانگ ینگ سے شادی کر لے ۔ خط پر تاریخ وھی تھی جس روز ما کی بیوی کا انتقال ہوا تھا ۔ ٹھیک تینتالیس مہینے ! تھاؤ نے باغ میں کھانا کھاتے ہوئے تینتالیس مہینے ھی بتائے تھے ! اس نے کچھ حیرانی کی کیفیت میں خط ہوانگ ینگ کو دکھایا اور پوچھا ، ”بری کہاں بھیجوں ؟“ ”بری کی کوئی ضرورت نہیں ۔“ لڑکی نے انکار

کرتے ہوئے کہا اور چونکہ ما کا مکان بھی یونہی سا تھا ، لہذا اصرار کرنے لگی کہ وہ اس کی حویلی میں منتقل ہو جائے ۔ یہ بات ما کو گوارا نہ تھا ۔

شادی کے بعد ھوانگ ینگ نے یہ کیا کہ اپنی حویلی اور ما کے مکان کی سانجھی دیوار میں ایک دروازہ نکلوا لیا ۔ ما کو بیوی کے ٹکڑوں پر پڑے رہنا بہت کھلتا تھا ، چنانچہ بیوی پر زور دینے لگا کہ وہ دونوں گھروں کا حساب کتاب الگ الگ رکھے ۔ لیکن وہ جب چاھتی اور جو چاھتی حویلی سے لے آتی ، یوں کوئی چھ مہینے نہ ہوئے تھے کہ ما کا سارا گھر تھاؤ کی چیزوں سے بھر گیا ۔ اس نے اپنے نوکروں سے کہا کہ ساری چیزیں اٹھا کر واپس حویلی میں چھوڑ آئیں اور خیال رکھیں کہ ایک بھی شے دوبارہ ادھر نہ آنے پائے ۔ مگر دس دن کے اندر اندر ھی پھر سے وھی کیفیت ہو گئی ۔ جب کئی بار ایسا ہو چکا تو ما جھلا اٹھا ۔

ھوانگ ینگ کھلکھلا کر ھنس دی اور چھیڑتے ہوئے بولی ، ”تم ابھی تک اپنی غریبی اور ایمانداری سے اوبے نہیں ؟ “

ما تنگ آ کر راضی برضا ہو گیا اور سارے معاملات بیوی پر چھوڑ دیئے ۔ ھوانگ ینگ نے کاریگر بلوائے اور ما کا مکان از سر نو بنوانا شروع کر دیا اور چند ماہ کے اندر اندر حویلی اور مکان ایک ہو گئے ۔ گو ما کے کہنے پر اس نے گل فروشی ترک کر دی ، مگر وہ ھنوز امرا کی طرح زندگی بسر کرتے تھے ۔ زندگی کا یہ آرام و آسائش دیکھ کر ما

جھلا اٹھتا ، ”میں نے تیس برس فروتنی میں گزار دیئے لیکن اب ، اب میں تمہارا محتاج ہو کر رہ گیا ہوں ۔ یہ زندگی مرد کے شایان شان نہیں ! لوگ تو دولت مند بننے کے خواب دیکھتے رہتے ہیں ، لیکن میں پھر سے مفلسی کے اسی عالم میں جانا چاہتا ہوں ! “

” تم ایسی باتیں نہ سوچا کرو ۔ “ ھوانگ ینگ جواب دیتی ، ”میں کچھ پیسہ جمع کرنا چاہتی ہوں ، ورنہ لوگ ٹھٹھا اڑاتے رہیں گے کہ تھاؤ یوان مینگ * کی اولاد ، سو پیڑھیوں کے بعد بھی غریب کی غریب ہی رہی ۔ میں نہیں چاہتی کہ لوگ ہمارے خاندان کے اس شاعر کا مذاق ہی اڑاتے رہیں ۔ غریب کے لئے امیر بننا مشکل لیکن امیر کے لئے مفلسی کے گڑھے میں گرنا بےحد آسان ہوتا ہے ۔ چاہو تو ہماری ساری دولت اللے تللوں میں اڑا دو ۔ میں حرف شکایت زبان پر نہ لاؤں گی ۔ “

” اس سے زیادہ ذلت کی بات اور کیا ہوگی کہ آدمی دوسرے کا پیسہ اللے تللوں میں اڑا دے ۔ “

” تم دولت نہیں چاہتے اور مجھے مفلسی کی خواہش نہیں ۔ تو پھر کیوں نہ ہم الگ ہو جائیں ؟ تم اپنے بلند بانگ اصولوں کے ساتھ سادہ زندگی گزارو اور یہ گھٹیا عیش آرام میرے لئے چھوڑ دو — کیا خیال ہے ؟ “

اب ما کے لئے باغ میں ایک جھونپڑا بنایا گیا اور ھوانگ ینگ نے کچھ حسین و جمیل باندیاں اس کی خدمت پر مامور

---

* چوتھی صدی عیسوی کا مشہور شاعر جسے گل‌داؤدی سے عشق تھا ۔

کر دیں ۔ شروع شروع میں تو وہ خاصا خوش رہا ، لیکن چند دن بعد ہی تنہائی ڈسنے لگی ۔ بیوی کو بلواتا تو وہ اِدھر ادھر کے بہانے کر دیتی اور مجبوراً خود بیوی کے پاس جا پہنچا اور ہوتے ہوتے اس نے ہر دوسرے دن حویلی میں جانا شروع کر دیا ۔

ایک دن بیوی نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا ، "یہ کہاں کی شرافت ٹھہری کہ آدمی کھائے تو ایک گھر میں اور رہے دوسرے میں ۔"

ما کھسیانا سا ہو گیا اور دونوں پھر اکٹھے رہنے لگے ۔

پت‌جھڑ میں جب گل‌داؤدی کے شگوفے کھل رہے تھے ، ما کسی کام سے نانچنگ گیا ۔ ایک صبح وہ بازار سے گزرا تو پھولوں کی ایک دکان دکھائی دی ۔ دکان میں پھول اس نفاست سے سجے تھے کہ ما کے خیال کی رو تھاؤ کی طرف بہہ نکلی ۔ اگلے ہی لمحے مالک باہر آ گیا ۔ وہ تھاؤ ہی تھا ! دونوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے اور بیٹھے دیر تک باتیں کیا کئے ۔ ما نے رات اسی کے ہاں گزاری اور اصرار کرتا رہا کہ وہ پئچنگ چلا چلے ۔ تھاؤ نے جواب دیا ، "نانچنگ میرا وطن ہے ۔ میں یہیں شادی کر کے گھر بساؤں‌گا ۔ میں نے کچھ رقم پس‌انداز کر رکھی ہے ، وہ آپ لے جائیں اور میری بہن کو دے دیں ۔ سال چڑھے آ کر اس سے ملوں‌گا ۔"

لیکن ما نے اس کی ایک نہ سنی اور یہی کہتا رہا ، "ہمارا کنبہ اب کافی خوشحال ہے ۔ زندگی کے باقی دن بڑے

چین سے گزریں گے ۔ تمہیں یہ دکانداری کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ۔ " اس نے نوکروں کو پھولوں کے دام گرانے کا حکم دیا اور دو تین دن میں ھی سارے پھول بک گئے ۔ پھر تھاؤ کا اسباب بندھوایا اور کشتی سے شمال کو چل دیئے ۔ گھر پہنچے تو ھوانگ ینگ نے کمرے ، بچھونا ، غرض ھر شے تیار کر رکھی تھی ، گویا اسے تھاؤ کی آمد کا پہلے ھی سے علم تھا ۔

تھاؤ نے آتے ھی باغ کو اور زیادہ خوبصورت بنایا اور پھر سارا وقت ما کے ساتھ شطرنج‌بازی اور مےنوشی میں بتانے لگا ۔ ما نے شادی پر زور دیا تو اس نے انکار کر دیا ۔ چنانچہ بہن نے دو باندیاں بھجوا دیں اور تین چار سال بعد اس کے ھاں بیٹی پیدا ھوئی ۔

تھاؤ شراب کا رسیا تھا ، ایک بار ما کا ایک دوست زنگ جو بلا کا شرابی تھا ، ملاقات کو آیا ، تو ما نے دونوں کو مقابلے پر اکسایا ۔ صبح سے رات ڈھلے تک دونوں میں سے کسی نے ھار نہ مانی ۔ آخر زنگ پیتے پیتے میز پر ھی سو گیا اور تھاؤ مدھوشی کے عالم میں لڑکھڑاتا ھوا اپنے کمرے کو چل دیا ، لیکن باھر نکلتے ھی پاؤں رپٹا اور وہ گل‌داؤدی کے ایک تختے پر گر پڑا اور دیکھتے ھی دیکھتے گل‌داؤدی کے قدآدم درخت کا روپ دھار گیا ، جس پر دس بارہ پھول کھلے ھوئے تھے ۔ ھر پھول انسانی مٹھی جتنا بڑا تھا ! یہ سارا منظر دیکھ کر ما کے تو چھکے چھوٹ گئے اور ھوانگ ینگ کو بلا لایا ۔ ھوانگ ینگ دوڑی دوڑی آئی اور

درخت کو اکھاڑ کر زمین پر لٹاتے ہوئے بولی ، ” تم اس قدر نشے میں کیسے آ گئے ؟ “ اس نے درخت کو کپڑے سے ڈھانپا اور ما کو ساتھ لئے وہاں سے ہٹ گئی ۔ صبح ما نے آ کر دیکھا تو تھاؤ پھولوں کے تختے کے پاس ہی زمین پر چت لیٹا تھا ۔ اسے جب یہ علم ہوا کہ بہن بھائی گل‌داؤدی کی روحیں ہیں تو وہ انہیں اور بھی پیار اور احترام کی نظروں سے دیکھنے لگا ۔

تھاؤ کا بھید جو کھلا ، تو وہ پہلے سے کہیں زیادہ بےاحتیاطی سے شراب پینے لگا ۔ وہ اکثر زنگ کو بلوا بھیجتا اور دونوں کی دوستی گہری ہوتی چلی گئی ۔ ” فصل گل “ کے تہوار * پر زنگ شراب کا بڑا سا مٹکا لئے آ پہنچا ، جس میں جڑی بوٹیاں بھی کشید کی ہوئی تھیں ۔ دونوں میں مقابلہ شروع ہو گیا ۔ مٹکا خالی ہونے لگا مگر ان کی پیاس بڑھتی گئی ۔ ما نے مٹکے میں مزید شراب ڈال دی اور دونوں وہ بھی چڑھا گئے ۔ آخر زنگ مدھوش ہو گیا اور اس کے نوکر اسے اٹھا کر لے گئے ۔ ادھر تھاؤ زمین پر گرا اور ایک بار پھر گل‌داؤدی کے درخت کا روپ دھار گیا ۔ ما کو اب کے کوئی حیرت نہ ہوئی ۔ اس نے ہوانگ ینگ کی طرح درخت کو جڑ سے اکھاڑا اور قریب ہی بیٹھ گیا ۔ وہ آواگون کا یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا ۔ لیکن آہستہ آہستہ پتے مرجھانے لگے تو وہ گھبرا گیا اور ہوانگ ینگ کو بلانے گیا ۔ ہوانگ ینگ سارا واقعہ سن کر شدت غم سے رو دی ،

* قمری سال کے دوسرے مہینے کے وسط میں ایک تہوار ۔

”تم نے میرے بھائی کو مار ڈالا ! “ وہ بھاگم بھاگ باہر آئی تو جڑیں چرمرانی شروع ہو چکی تھیں ۔ اس نے تنے کو کاٹا اور جڑ گملے میں دبا کر اپنے کمرے میں لے آئی ۔ اور ہر روز اسے پانی دینے لگی ۔ ادھر ما اپنے کئے پر سخت پچھتا رہا تھا ۔ اسے زنگ پر بھی سخت غصہ تھا ، لیکن چند دن بعد ھی اطلاع ملی کہ وہ کثرت شراب نوشی کے سبب، مر گیا تھا ۔ تھوڑے دنوں میں گملے سے کونپلیں پھوٹ نکلیں اور نویں سہینے کلیاں کھل اٹھیں ۔ اس کا تنا چھوٹا سا تھا اور پھولوں میں شراب کی سی مہک تھی ۔ لہذا انہوں نے پودے کا نام ”شرابی تھاؤ“ رکھ دیا ۔ اسے پانی کی بجائے شراب دی جاتی تو خوشبو اور بھی مستانی ہو جاتی ۔ وقت بیتتا گیا ۔ تھاؤ کی بیٹی بیاہ کر ایک اعلیٰ نسب خاندان میں چلی گئی ۔ ھوانگ ینگ نے بڑی لمبی عمر پائی ۔ تاھم اس کے بعد کوئی غیر معمولی واقعہ دیکھنے میں نہ آیا ۔

داستان گو لکھتا ھے : کوئی انسان جس کا اصل مقام شاداب پہاڑوں اور سفید ابرپاروں میں ھو ، شراب نوشی میں جان دے دے تو دنیا اس کے لئے نوحہ گر ھو جاتی ھے ، مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ خود اس شخص نے ایسی موت میں لذت پائی ھو ؟ کسی کے صحن میں ایسے پھول کا وجود اچھے دوست یا کومل حسینہ کی قربت سے کم نہیں ۔ مجھے بھی ایسے ھی پھول کی جستجو ھے !

بہشتی پتھر

شون تھیئن کے ایک شخص شینگ یون فئی کو انواع و اقسام کے پتھر جمع کرنے کا بہت شوق تھا ۔ جہاں کہیں بھی کوئی خوبصورت پتھر دیکھتا ، ہر مول پر خرید لیتا ۔

ایک بار وہ دریا میں مچھلیاں پکڑ رہا تھا کہ کوئی چیز جال میں آن پھنسی ۔ اس نے پانی میں غوطہ لگایا اور ایک پتھر نکال لایا ۔ پتھر کا قطر کوئی ایک فٹ تھا اور اس پر خوبصورت گھاٹیاں اور چوٹیاں بنی ہوئی تھیں ۔ شینگ کے ہاتھ تو گویا خزانہ آ گیا تھا ۔ اس نے پتھر کے لئے سرخ صندل کی چھوٹی سی تپائی بنوائی اور میز پر سجا کر رکھ دیا ۔

یہ بڑا عجیب و غریب پتھر تھا ۔ بارش کے آثار ہوتے تو اس کے ہر سوراخ سے بادل نکلنے شروع ہو جاتے ۔ دور سے دیکھنے پر یوں لگتا گویا روئی کے نرم نرم گالے بکھر رہے ہوں ۔

ایک دن کسی متمول اور بارسوخ گھرانے کا ایک شخص خاص طور پر شینگ سے ملنے آیا اور کہا کہ وہ پتھر کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہے ۔ شینگ اسے ساتھ لے کر جونہی اس کمرے میں پہنچا جہاں پتھر رکھا تھا ، اس نے

پتھر اٹھا کر اپنے ہٹے کٹے نوکر کے حوالے کیا اور گھوڑے پر سوار یہ جا وہ جا ۔ مجبور و لاچار شینگ غصے سے پاؤں پٹختا رہ گیا ۔

نوکر پیٹھ پر پتھر لادے چلا جا رہا تھا ۔ راستے میں ایک دریا آیا ، تو وہ دم لینے کو پل پر رک گیا ۔ اچانک پتھر پھسلا اور چھپاکے سے پانی میں جا گرا ۔ یہ دیکھ کر مالک آگ بگولا ہو گیا اور نوکر پر کوڑوں کی بارش کر دی ۔ پھر اس نے کچھ ماہر غوطہ‌خور بلوائے لیکن ساری کوششیں اکارت گئیں ۔ پتھر نہ ملنا تھا ، نہ ملا ۔ چلتے چلتے اس نے وہاں ایک اشتہار چسپاں کروا دیا کہ پتھر ڈھونڈ کر لانے والے کو انعام دیا جائےگا ۔ بہت سے لوگ انعام کے لالچ میں دریا میں کودے ، مگر گوہر مقصود کس کے ہاتھ نہ آیا ۔

کچھ دنوں بعد شینگ بھی ادھر آیا اور دریا کنارے کھڑے ہو کر آھیں بھرنے لگا ۔ اچانک پانی اس قدر شفاف ہو گیا کہ تہہ میں پڑا ہوا پتھر صاف نظر آنے لگا ۔ شینگ وارفتگی کے عالم میں دریا میں کود پڑا اور پتھر نکال لایا ۔ صندل کی تپائی ابھی تک پتھر سے بندھی ہوئی تھی ۔ اس نے اب پتھر کو بیٹھک کی بجائے ایک اندرونی کمرے میں حفاظت سے رکھ دیا ۔

ایک دن ایک بوڑھے نے دروازے پر دستک دی اور پتھر دیکھنے کی اجازت مانگی ۔ شینگ نے جواب دیا کہ وہ تو عرصہ ہوا کھو چکا ھے ۔ اس پر بوڑھے نے مسکراتے

ہوئے کہا ، ” کیا پتھر اب تمہارے بیٹھک میں نہیں ہے ؟ “

شینگ نے جواب دیا کہ وہ خود اندر آ کر دیکھ لے اور جب وہ بیٹھک میں آئے تو شینگ کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا کہ پتھر چائے کی میز پر رکھا ہوا تھا ۔ شرم کے مارے اس کے ہونٹ سل گئے ۔ اجنبی بڑی ملائمت سے پتھر کو سہلاتے ہوئے بولا ، ” یہ میرے آباء و اجداد کی ایک نشانی ہے ۔ مدت سے لا پتہ تھی ۔ اب معلوم ہوا کہ تمہارے پاس ہے ۔ لوٹا دو تو بڑی نوازش ہوگی ۔ “

شینگ بوکھلا کر حجت کرنے لگا کہ اب وہی پتھر کا حقیقی مالک ہے ۔ تو بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا ، ” تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم ہی اس کے حقیقی مالک ہو ؟ “

شینگ کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی ۔ بوڑھا کہنے لگا ، ” بہرحال ، میں کچھ ثبوت پیش کر سکتا ہوں ۔ اس کے چاروں طرف بانوے سوراخ اور سب سے بڑے سوراخ میں یہ الفاظ کندہ ہیں ’ بہشت کا ایک نایاب پتھر ‘ ۔ “

شینگ نے دیکھا تو ایک سوراخ میں واقعی کچھ خفی سے الفاظ کندہ تھے ۔ سوراخ گنے تو وہ بھی بوڑھے کی بتائی ہوئی تعداد کے مطابق نکلے ۔ تاہم اس نے پتھر دینے سے انکار کر دیا ۔

” دوسروں کی چیزیں دبا لینا کہاں کا انصاف ہے ؟ “ بوڑھے نے ہنستے ہوئے کہا اور جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ۔

شینگ اسے دروازے تک رخصت کرنے گیا مگر لوٹ کر دیکھا تو پتھر غائب تھا ۔ گھبراہٹ میں شینگ کو شبہ ہوا کہ بوڑھا پتھر چرا لے گیا تھا ۔ بوڑھا ہولے ہولے قدم اٹھاتا چلا جا رہا تھا ، شینگ نے اسے راستے ھی میں جا لیا اور آستین پکڑ کر پتھر کی واپسی کا تقاضا کرنے لگا ۔

" بھئی یہ بھی خوب رہی ! " بوڑھے نے خفگی سے کہا ، " تم سمجھتے ھو کہ اتنا بڑا پتھر میں ھاتھ میں اٹھا لوں گا یا آستین میں چھپا لوں گا ؟ "

شینگ کے ذھن میں خیال گزرا کہ ھو نہ ھو بوڑھا مافوق‌البشر قوتوں کا مالک ھے ، چنانچہ اسے کھینچتا ھوا گھر لایا اور گھٹنوں کے بل جھک کر گڑگڑانے لگا کہ وہ پتھر واپس کر دے ۔ بوڑھے نے کہا ، " پہلے یہ بتاؤ کہ وہ پتھر تمہارا ھے یا میرا ؟ "

" بے شک آپ کا ھے ، " شینگ نے جواب دیا ، " لیکن میری التجا یہی ھے کہ آپ وہ پتھر مجھے دے دیں ۔ "

" تو جا کر دیکھ لو ۔ پتھر وھیں پڑا ھے ، جہاں تم نے رکھا تھا ۔ " بوڑھے نے جواب دیا ۔

دونوں اندرونی کمرے میں داخل ھوئے تو پتھر واقعی اپنی جگہ پر رکھا ھوا تھا ۔ بوڑھا کہنے لگا ، " نایاب چیزوں کے حقدار حقیقی قدردان ھی ھوتے ھیں ۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ھوئی کہ یہ پتھر مالک چننے کی صلاحیت رکھتا ھے ۔ اس پتھر نے جلدبازی میں وقت سے پہلے ھی اپنا بھید کھول دیا اور کچھ سانحوں کا باعث بن گیا ۔ میرا ارادہ

تھا کہ اسے ساتھ لے جاؤں اور تین سال بعد تمہیں لوٹا دوں ۔ لیکن ایسے میں جب کہ تم اسے اپنے پاس رکھنے پر مصر ہو ، تمہاری زندگی کے تین سال کم ہو جائیں گے اور وہ اس پتھر کی زندگی کے برابر ہو جائےگی ۔ کہو منظور ہے ؟"

"بالکل منظور ہے ۔ " شینگ نے پرعزم لہجے میں جواب دیا ۔

بوڑھے نے انگوٹھے اور انگشت شہادت سے ایک سوراخ کا منہ دبایا تو وہ یوں پچک گیا جیسے گارے سے بنا ہوا تھا ۔ اس طرح تین سوراخ بند کرنے کے بعد وہ بولا ، "اس پتھر میں جتنے سوراخ ھیں ، تم اتنے ھی سال جیوگے ۔"

بوڑھا جانے کے لئے مڑا تو شینگ چند روز رکنے پر اصرار کرنے لگا ۔ لیکن بوڑھے نے انکار کر دیا ۔ شینگ نے اس کا اتاپتا پوچھا مگر بوڑھے نے یہ بات بھی ٹال دی ۔

ایک سال بعد کسی کام سے شینگ کا باھر جانا ھوا اور ایک رات چور نقب لگا کر پتھر لے اڑا ۔ واپسی پر اس نے یہ خبر سنی تو مارے دکھ کے خود کشی پر تیار ھو گیا ۔ اس نے پتھر کی بازیابی کے لئے ھر ڈول ڈالا ، لیکن سوائے ناکامی کے کچھ ھاتھ نہ آیا ۔

کئی سال بیت گئے ۔ ایک دن وہ پاؤ کو مندر گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی وھی پتھر بیچ رھا تھا ۔ شینگ نے اپنا پتھر واپس مانگا مگر اس نے انکار کر دیا ۔ دونوں کچہری میں پہنچے اور مجسٹریٹ نے پتھر بیچنے والے سے پوچھا ، "تمہارے پاس اس پتھر کی ملکیت کا کوئی ثبوت ہے ؟"

اس شخص نے پتھر کے سوراخوں کی تعداد بتا دی ، لیکن شینگ نے مزید ثبوت دینے کو کہا تو بغلیں جھانکنے لگا ۔ شینگ نے مجسٹریٹ سے کہا کہ پتھر کے سب سے بڑے سوراخ میں پانچ الفاظ کندہ ہیں اور تین جگہوں پر انگلیوں سے سوراخ بند کرنے کے نشان ہیں ۔ اس کا دعویٰ تسلیم کر لیا گیا ۔ مجسٹریٹ پتھر بیچنے والے کو درے لگوانا چاہتا تھا لیکن جب اس نے بتایا کہ وہ پتھر اس نے بازار سے بیس اونس چاندی کے عوض خریدا تھا تو اسے معاف کر دیا گیا ۔

شینگ نے پتھر پر اطلس کا غلاف چڑھایا اور الماری میں بند کر کے قفل لگا دیا ۔ جب کبھی پتھر دیکھنے کو جی چاہتا ، پہلے عود جلاتا اور پھر اسے الماری سے نکالتا ۔

ایک وزیر نے پتھر کے عوض سو اونس چاندی کی پیش کش کی تو شینگ نے جواب دیا ، "آپ دس ہزار اونس چاندی دیں تب بھی پتھر نہیں بیچوں گا ! "

وزیر نے طیش میں آ کر اسے ایک جھوٹے مقدمے میں جیل میں ڈلوا دیا اور ساری زمینیں ضبط کر لیں ۔ پھر سودا چکانے کے لئے ایک آدمی کو شینگ کے بیٹے کے پاس بھیجا ۔ بیٹے نے باپ سے ذکر کیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ جان دے دے گا مگر پتھر نہیں دے گا ۔ تاہم اس کی بیوی اور بیٹے نے چپکے سے پتھر وزیر کے ہاں بھجوا دیا ۔ شینگ رہا ہو کر گھر آیا اور سارا ماجرا سنا تو واہی تباہی بکنے لگا ۔ اس نے کئی بار خود کشی کی بھی کوشش کی لیکن ہر مرتبہ

نوکروں نے بروقت پہنچ کر یہ کوششیں ناکام بنا دیں ۔

ایک رات اسے خواب میں ایک شخص ملا اور کہنے لگا ، ”میں بہشتی پتھر ہوں اور دانستہ طور پر ایک سال کے لئے تم سے الگ ہوا ہوں ۔ تم اگلے سال کے آٹھویں مہینے کی بیس تاریخ کو ہائی تائی پھاٹک پر چلے جانا اور تانبے کے دو سو سکوں کے عوض مجھے پھر خرید لینا ۔“ شینگ کی آنکھ کھلی تو خوشی سے پھولا نہ سمایا اور احتیاطاً تاریخ لکھ کر حفاظت سے رکھ لی ۔

ادھر ، پتھر جونہی وزیر کے گھر پہنچا ، سوراخوں سے بادل نکلنے بند ہو گئے اور آہستہ آہستہ اس کی کشش ختم ہوتی چلی گئی ۔ اگلے سال وزیر کو کسی جرم کی پاداش میں برطرف کر دیا گیا اور وہ مر گیا ۔ شینگ مقررہ تاریخ پر ہائی تائی پھاٹک پر پہنچا تو دیکھا کہ وزیر کا ایک سابق ملازم پتھر بیچنے کی کوشش کر رہا تھا ۔ شینگ نے دو سو سکوں کے عوض پتھر خرید لیا ۔

نواسی سال کی عمر کو پہنچتے ہی شینگ نے اپنے کفن دفن کا سارا انتظام خود کیا اور بیٹے کو وصیت کی کہ پتھر اس کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے ۔ بیٹے نے اس کی وصیت پوری کی لیکن کوئی چھ مہینے بعد دو چور قبر سے پتھر لے اڑے ۔ شینگ کے بیٹے کو علم ہوا تو اسے کوئی اپائے نہ سوجھا ۔ دو تین دن بعد وہ نوکر کے ہمراہ کہیں جا رہا تھا کہ دو آدمی دکھائی دیئے جو پسینے میں شرابور لڑکھڑاتے ہوئے چل رہے تھے اور دہائی دیتے جا رہے تھے ، ”شینگ

صاحب ، ہمارے حال پر رحم کریں ! ہم نے پتھر چرا کر صرف چار اونس چاندی کے بدلے بیچ دیا ۔ "

شینگ کے بیٹے اور نوکر نے چوروں کو پکڑ کر کچہری میں پیش کیا ، تو انہوں نے فوراً اقبال جرم کر لیا ۔ مجسٹریٹ نے پتھر کا پوچھا تو چوروں نے بتایا کہ وہ انہوں نے کوئنگ کنبے کے ہاتھ بیچا تھا ۔ پتھر برآمد ہو گیا تو مجسٹریٹ کو اس قدر بھایا کہ اس نے اپنے پاس رکھنے کا فیصلہ کر لیا ۔ اس نے ایک اہلکار کو ہدایت کی کہ پتھر خزانے میں محفوظ کر دیا جائے ۔ اہلکار نے ذرا بےاحتیاطی سے پتھر اٹھایا تو وہ فرش پر گر کر چکناچور ہو گیا ۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین کا رنگ فق ہو گیا ۔ مجسٹریٹ نے چوروں کو درے لگوائے اور پھر سزائے موت سنا دی ۔ شینگ کے بیٹے نے سارے ٹکڑے اٹھائے اور دوبارہ باپ کی قبر میں دفن کر دیئے ۔

داستان گو لکھتا ہے : بیش بہا یا حسین ترین چیزیں ہمیشہ افتادیں ہی لے کر آتی ہیں ۔ کوئی احمق ہی ہوگا جو ایک پتھر کی خاطر جان دے دے ۔ لیکن اگر ایک پتھر اپنے مالک کے ساتھ ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے تو کیا یہ واقعی انوکھی بات نہیں ہوگی ؟ پرانی کہاوت ہے ، " ایک عالم قدرِ شناس کے لئے جان دینے سے بھی نہیں چوکتا ۔ " انسان کو تو چھوڑیئے ، اگر ایک پتھر ایسا کر گزرے تو پھر اس کہاوت میں کوئی مبالغہ نہیں رہ جاتا ۔

پھو سونگ لینگ اور " لیاؤ چائی کی کہانیاں "

تحریر : ژن فانگ چھیو

زیر نظر کتاب بعنوان " عجیب و غریب کہانیاں " پھو سونگ لینگ کی کتاب " لیاؤ چائی کی کہانیوں " سے دلچسپ ترین سترہ منتخب کہانیوں کا ایک مجموعہ ہے ۔ " لیاؤ چائی کی کہانیوں " کا شمار چین کے ادب عالیہ میں ہوتا ہے ۔ مجموعی طور پر چار سو اکتیس کہانیاں آٹھ جلدوں میں منقسم ہیں ۔ یہ کہانیاں اشاعت کے فوراً بعد ہی مقبول عام ہو گئیں ۔ زیر نظر جلد میں سترہ منتخب کہانیاں شامل ہیں ۔ مصنف پھو سونگ لینگ صوبہ شان تونگ کی زی چھوان کاؤنٹی کا رہنے والا تھا ۔ وہ ۱۶۴۰ء میں ، جب کہ مینگ عہد کا چل چلاؤ تھا ، پیدا ہوا اور ۱۷۱۵ء (چھینگ عہد) میں ۷۶ سال کی عمر میں وفات پائی ۔ " لیاؤ چائی کی کہانیوں " کے علاوہ نثر کے چار اور شاعری کے چھ مجموعے اور بہت سی لوک داستانیں بھی ترکے میں ہم تک پہنچی ہیں ۔

پھو اپنے خاندانی پس منظر کے بارے میں لکھتا ہے :

میرے والد پھو من وو جوانی میں بڑے ذہین اور مطالعے کے شوقین تھے ۔ لیکن کاؤنٹی کی سطح پر

گمنام سے عالم رہے ۔ مفلسی کے سبب انہوں نے پڑھائی
ترک کرکے تجارت کا پیشہ اپنایا اور کم و بیش
بیس سال بعد متمول لوگوں میں گنے جانے لگے ۔ چالیس
سال کی عمر تک وہ اولاد نرینہ سے محروم رہے تو سب
کچھ تیاگ کر مطالعے میں غرق ہو گئے ، تاآنکہ
اچھے اچھے عالم ان کی علمی صلاحیتوں کا اعتراف
کرنے لگے ۔ وہ غریبوں کی مدد کرتے ، مندروں کی تعمیر
میں حصہ لیتے ، لیکن اپنی زمینوں کو فراموش کئے
رکھا ۔ پھر ان کی پہلی بیوی نے تین بیٹوں اور منجھلی
نے ایک بیٹے کو جنم دیا ۔ بیٹے جب لڑکپن کی حدود
میں پہنچے تو انہیں خود تعلیم دی ۔ گھر میں کھانے
والے زیادہ تھے اور آمدنی کم ، چنانچہ دھیرے دھیرے
مفلسی پاؤں جماتی گئی ۔

یوں پھو ایک ایسے زمیندار ۔ تاجر گھرانے میں پیدا ہوا ،
جو مفلس ہو چکا تھا ۔ اس نے پہلا کاؤنٹی امتحان امتیازی
حیثیت سے پاس کیا ، لیکن اعلیٰ امتحان میں بار بار ناکامی
کا منہ دیکھنا پڑا ۔ اور بالآخر امتحان کا خیال ترک کرکے
قلم سنبھال لیا ۔

چار سو سے زائد "لیاؤ چائی کی کہانیاں" خاصے طویل
عرصے کے دوران لکھی گئیں ۔ مصنف کے حود نوشتہ دیباچے
سے پتا چلتا ہے کہ اس نے کہانیوں کا بیشتر مواد لوک
داستانوں اور حکایتوں سے اخذ کیا ، وہ لکھتا ہے :

میں کان پاؤ * جیسا ذہین تو نہیں لیکن مجھے مافوق‌البشر مخلوقات کی کہانیاں اکٹھی کرنے کا شوق ہے ۔ اور سو تونگ پھو ** کا سا ذوق رکھتا ہوں ، جسے بھوتوں کی کہانیاں سننے کی لگن تھی ۔ میں جب بھی کوئی کہانی سنتا ہوں ، لکھ لیتا ہوں اور پھر اسے داستان کا روپ دے دیتا ہوں ۔ عرصے سے یہ بھی ہوتا چلا آیا ہے کہ ملک کے مختلف حصوں سے دوست مجھے کہانیاں بھیجتے رہتے ہیں اور یوں میرے ذخیرے میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے ۔

ذہن میں سوال ابھر سکتا ہے : پھو سونگ لینگ کو جن بھوتوں کی کہانیوں سے اتنا لگاؤ کیوں تھا ؟ اس کے آزادمنش اور بےنیاز سے انداز حیات کا سبب کیا تھا ؟ یہ کیفیات سمجھنے کے لئے ہمیں پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ دور کیسا تھا اور اس کے ذاتی تجربات کیا تھے ۔ وہ پانچ سال کا تھا کہ مانچو حملے کے نتیجے میں مینگ عہد کا صفایا ہو گیا ۔ اگلے ستر سال کے دوران اس کے دم مرگ تک قومی اور طبقاتی جدوجہد عروج پر رہی ۔ مانچو گو چین پر غالب آ چکے تھے ، تاہم انہیں ان گنت چینی محبان وطن کی مسلسل مزاحمت کا سامنا رہا ۔ ۱٦٦۱ء میں ، جب پھو بیس اکیس برس کا نوجوان تھا ، مانچو حکمرانوں نے صوبہ شان

---

* چن عہد (۲٦۵ - ۳۱٦ عیسوی) کا ایک ادیب ۔

** سونگ عہد (۹٦۰ - ۱۲۷۹ عیسوی) کا ایک شاعر ۔

تونگ میں یوی چھی بغاوت کو بےدردی سے کچل دیا ۔ یہ واقعہ پھو کے ذہن پر انمٹ نقش چھوڑ گیا ۔ اس نے خوفناک اور ظالمانہ غیر ملکی جبروتشدد بھی بچشم خود دیکھا ۔ اس دور میں بدترین سنسرشپ کی وجہ سے منہ سے نکلا ہوا بےاحتیاطی کا ایک لفظ پورے کنبے کو کولہو میں پلوا سکتا تھا ۔ یہ انسان کے بس میں نہیں کہ منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھا رہے ۔ مگر منہ کھولنا بھی افتاد کو آواز دینے سے کم نہ تھا ۔ یہی بنیادی سبب تھا کہ پھو کو مافوق‌البشر داستانیں اکٹھی کرنے کا شوق پیدا ہوا ۔ اس سے یہ وضاحت بھی ہو جاتی ہے — جیسا کہ اس نے اپنے دیباچے میں لکھا ہے — کہ اس خدشے کے باوجود کہ لوگ اسے خبطی سمجھیں گے ، وہ بڑی سرگرمی کے ساتھ ایسی کہانیاں لکھتا رہا ۔ اس کا مقصد اپنے مافی‌الضمیر کا اظہار کرنا تھا ۔

تصوراتی تانوں بانوں کے ساتھ جن بھوتوں ، لومڑیوں اور دوسری انوکھی مخلوقات کے بارے میں کہانیوں کے ذریعے اس نے تلخ حقیقتوں کو بےنقاب کیا اور انہیں ہدف تنقید بنایا ۔ اور فرضی نام استعمال کرکے اپنے احساسات کا اظہار کیا ۔ یوں یہ عجیب و غریب کہانیاں حقیقی زندگی کے بعض پہلوؤں کی نشاندھی کرتی ھیں ۔

چھینگ حکومت دور اوائل ھی میں بدعنوانیوں کا شکار ہو چکی تھی ۔ پھو سونگ لینگ نے اسی زمانے میں کئی برس دیہات میں گزارے اور کسانوں سے اس کا ملنا جلنا تھا ۔ خود اس کی زندگی بھی خاصی کٹھن تھی ، لہذا اسے

ناانصافیوں کا شدید احساس تھا اور وہ معاشرے کو بے نقاب کرنے ، مضحکہ اڑانے اور ہدف ملامت بنانے سے پہلوتہی نہ کر سکا ۔

اس کی بہت سی کہانیاں حکمرانوں کے ھاتھوں عوام کے استحصال کی علامت ھیں ۔ وہ حکمراں طبقے سے اظہار نفرت کے لئے اکثر حقیقی حالات و واقعات اور کرداروں کا تانا بانا بنتا ھے ۔

" بھیڑیوں کا خواب " میں پھو بڑی چابکدستی کے ساتھ یہ عیاں کرتا ھے کہ کس طرح حاکم شیروں اور ان کے ماتحت بھیڑیوں کا روپ دھار جاتے ھیں اور پھر اپنے نوکیلے دانتوں سے عوام کو ھڈیوں کے ڈھیر میں بدل کر رکھ دیتے ھیں ۔

پھو بدعنوان حاکموں اور بدقماش ماتحتوں پر نفرین کرتا ھے تو ساتھ ھی ساتھ ان باغیوں کو ھمدردی کی نگاہ سے دیکھتا ھے جو استحصال کی مخالفت میں حاکموں کے خلاف اٹھ کھڑے ھوتے ھیں ۔ اسی کہانی میں بدعنوان مجسٹریٹ جونہی اپنے ضلع سے نکلتا ھے ، ڈاکوؤں کے نرغے میں آجاتا ھے ۔ وہ اپنا سارا مال و زر ان کے حوالے کر دیتا ھے لیکن وہ اس کی جان بخشی پر آمادہ نہیں ھوتے اور ایک منہ چڑھے کارندے سمیت اس کا سر قلم کر دیتے ھیں ۔

وہ مقامی ارباب اختیار اور جاگیرداروں کے ظلم و تعدی کو بھی بے نقاب کرتا ھے اور یہ بتاتا ھے کہ جاگیردار معاشرے میں زمینداروں ، اشرافیہ ، ماتحت افسروں ، مجسٹریٹوں ، صوبائی گورنروں اور شہنشاہ نے کسی انداز میں حکمرانی کا

جال پھیلا رکھا تھا جس کے شکنجے میں عوام ہر دم کراھتے رھتے تھے -

وہ جواں سال عشاق کی داستانیں بھی بیان کرتا ھے ، جو ظالم سماج سے ٹکر لیتے ھیں اور بالآخر تکمیل آرزو میں کامیاب رھتے ھیں - اس کی بعض کہانیوں میں عاشق و معشوق ھماری اسی دنیا کے عام انسان ھیں ، بعضوں میں انسانوں اور لومڑیوں ، انسانوں اور پریوں یا انسانوں اور مکوڑوں ، پرندوں ، پھولوں اور درختوں کی روحوں کے درمیان معاشقے چلتے ھیں - ان کہانیوں میں حقیقت جھلکتی ھے اور انسانی معاشرے کا عکس دکھائی دیتا ھے - مصنف خاص طور پر ان لوگوں کے گن گاتا ھے جو پیار کی خاطر جان تک دینے سے گریز نہیں کرتے -

پھو نے مانچو حکمرانوں کا مضحکہ بھی اڑایا - " راکشس اور سمندری بازار " میں وہ یہ بتاتا ھے کہ خوبصورت لوگوں کو کس طرح تعدی کا نشانہ بنایا جاتا ھے ، جب کہ بدصورت لوگ محترم گردانے جاتے ھیں - کہانی کا انجام واضح اخلاقی درس لئے ھوئے ھے - بہ ایں صورت وہ اس دور کے سیاسی ڈھانچے پر بےاطمینانی کا اظہار کرتا ھے - کہا جاتا ھے کہ " لیاؤ چائی کی کہانیاں " شاھی دربار میں بھی پہنچیں ، لیکن یہ کہانیاں چونکہ مانچو دشمن رنگ لئے ھوئے تھیں ، لہذا فطری طور پر شاھی سرپرستی سے محروم رھیں -

تاھم ، پھو سونگ لینگ کے افکار ، اس کے خاندانی پس

منظر ، طبقاتی ماخذ اور زمانے کی بندشوں سے باهر نه نکل سکے - اسے بدعنوان حکام سے نفرت تھی لیکن یه احساس نه کر سکا که بدعنوانیاں جاگیردارانه سماجی نظام کا ایک پرتو تھیں - وہ یه بات نہیں سمجھتا تھا اور سمجھ بھی نه سکتا تھا ، لہذا ایک ایسے یوٹوپیائی نظام کے خواب دیکھتا رهتا تھا جس میں دیانتدار حاکم هوں اور عوام خوشیوں بھری زندگی بسر کریں -

وہ ساحلی علاقے میں پروان چڑھا ، جہاں تجارت بہت ترقی‌یافته تھی ، اور اس کا کنبه بھی تجارت پیشه تھا ، لہذا اس کی کہانیوں میں شہری طبقوں کے اثر افکار در آتے هیں - امر واقعه تو یه هے که یه بات اس کی تخلیقات کے بعض مثبت پہلوؤں کی نشاندهی کرتی هے - دوسری طرف وہ ادنیٰ متوسط طبقے کا ایک چھوٹا زمیندار اور جاگیردارانه کنفیوشسی تصورات سے متاثر تھا - یه بات اس کے افکار کے منفی پہلو کی تشکیل کرتی هے - نتیجتاً اس کی تحریروں میں مثبت اور منفی کے درمیان شدید کشمکش دیکھنے میں آتی هے -

پھو سونگ لینگ کو چین کے بلند پایه کلاسیکی ادیبوں میں اهم مقام حاصل هے -

هماری نئی اردو سطبوعات

طوفان (ڈرامه)

آفنڈی کے قصے

قہوہ خانه (ڈرامه)

مینڈک گھڑسوار (چینی لوک کہانیاں)

مور شہزادی (چینی لوک کہانیاں)

سورج کی تلاش (چینی لوک کہانیاں)

نوجوانوں کا گیت (ناول)

ناشر : غیر ملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پئچنگ

تقسیم کنندگان : چائنا انٹرنیشنل بک ٹریڈنگ کارپوریشن

(کو چی شو تیان) ، پوسٹ بکس نمبر ۳۹۹ ،

پئچنگ ، عوامی جمہوریۂ چین